جلد ۴۵/۱۰ ۲۳ رامان ۱۳۳۵ ہش - ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء نمبر ۷۰

اسلامی جمہوریہ پاکستان مُبارک!

فتح و نصرت

"ہمارے حوصلے بلند ہیں بہادر قومیں خندہ پیشانی سے حالات کا مقابلہ کیا کرتی ہیں۔ ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ فتح و نصرت ہمارے قدموں میں ہے۔" (قائداعظم)

قائداعظم محمد علی جناح مرحوم

اتحاد و اتفاق

"ہمیں قوم کی حیثیت سے ایک ہو کر رہنا چاہیئے بڑی پُرانی کہاوت ہے کہ اتحاد میں قوت ہے۔ اتحاد میں فتح ہے۔ اور اختلاف میں شکست"

(۷ اپریل ۱۹۴۸ء لیکچر پشاور)

ایڈیٹر:- روشن دین تنویر

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں طبع کرا کر دفتر الفضل ربوہ سے شائع کیا

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے پہلے صدر

میجر جنرل سکندر مرزا

"اب ہمارا ملک زندگی کے ایک نئے دور میں داخل ہو گیا ہے اس کا اب اپنا آئین ہے جو اس کی قسمت کا محافظ ہے دستور میں قانون کے سامنے سب کی برابری اور اقتصادی اور معاشرتی انصاف کی ضمانت بہم پہنچائی گئی ہے اسی طرح آئین کی رو سے اقلیتوں کے حقوق اور مراعات کی پوری پوری حفاظت کی جائے گی"

"جب تک میں مملکت کا سربراہ ہوں میں اپنے ہندو پاکستانی بھائیوں کی عزت اور وقار کو اپنی عزت خیال کروں گا میں ذاتی طور پر ان کی فلاح اور تحفظ کا ذمہ دار ہوں گا" (سکندر مرزا)
نوائے وقت ۲۴ مارچ ۱۹۵۶ء

"دستور میں اقلیتوں کو نہ صرف مسلمانوں کے مساوی حقوق کی ضمانت دی گئی ہے بلکہ انہیں اپنی ثقافت کی نشو و نما اور مذہبی تبلیغ کے حق کی بھی ضمانت دی گئی ہے اور انہیں اسی آزادی کا یقین دلایا گیا ہے۔ جو مسلمانوں کو میسر ہو گی" (چوہدری محمد علی) ---- نوائے وقت ۳ مارچ ۵۶ء

وزیر اعظم پاکستان

چوہدری محمد علی

روزنامہ الفضل ربوہ
۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء

اسلامی اور جمہوری

پاکستان کے دستور کے متعلق عام رائے جو اکثر حلقوں کی طرف سے ظاہر کی گئی ہے یہ ہے کہ اس میں جمہوری اور اسلامی تقاضوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اسی بناء پر اکثر دینی کہلانے والی جماعتوں کے علاوہ بعض دوسرے لوگوں نے بھی دستور کے متعلق اطمینان ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ لاء کالج کے پرنسپل جناب ملک عبدالقیوم نے بھی اپنے ایک بیان میں اس کا اظہار فرمایا ہے اور کہا ہے کہ

آئین تین نمایاں خصوصیات کا حامل ہے یعنی آئین جمہوری ہے۔ وفاقی ہے اور اسلامی نوعیت کا ہے۔ جہاں تک آئین کے جمہوری ہونے کا تعلق ہے۔ اس کا ثبوت اسی سے مل جاتا ہے کہ عوام ہی حقیقی اقتدار کے مالک تسلیم کئے گئے ہیں۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ کیونکہ عوام کا اقتدار تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شخصی مطلق العنانی کو ختم کر دیا گیا ہے۔

"جہاں تک آئین کی اسلامی نوعیت کا تعلق ہے۔ وہ پاکستان کے اسلامی جمہوریہ کے نام سے ظاہر ہے اور اس میں جو اسلامی دفعات رکھی گئی ہیں وہ اس نظریہ کی آئینہ دار ہیں جو قیام پاکستان کا موجب ہوا تھا۔ آئین میں انسانی زندگی کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے باوجود صدر کے مسلمان ہونے کی دفعہ سے قطع نظر آئین میں کوئی ایسی دفعہ نہیں رکھی گئی، جس میں غیر مسلم اقلیتوں کو مسلم اکثریت کے برابر حقوق نہ دیئے گئے ہوں یا انہیں حقیقی سیاسی اقتدار سے محروم کیا گیا ہو۔ اس کا ثبوت یہ بھی ہے کہ گزشتہ آٹھ سال میں پاکستان میں ایک ایسا واقعہ رونما نہیں ہوا۔ جس سے اس امر کا گمان ہو سکے کہ مسلمانوں نے ہندوؤں یا کسی اور جماعت کی حیثیت یا حقوق پر کسی قسم کی دستبرد روا رکھی ہو"۔

جہاں تک دستور کی وفاقی نوعیت کا تعلق ہے۔ اس کے متعلق یہاں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ یہ بات قابل غور ہے کہ اسلامی کے ساتھ جمہوری کا لفظ لگانا کیوں ضروری سمجھا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ دینی جماعتوں اور دوسرے لوگوں نے اس کی دونوں اسلامی اور جمہوری حیثیت کی وجہ سے خاص طور پر کیوں قابل اطمینان قرار دیا ہے جہاں تک ہمارا خیال ہے صرف اسلامی کہنے سے ہی مطلب ادا ہو سکتا تھا معلوم ہوتا ہے کہ خاص کر دینی جماعتیں جمہوری اصولوں کو جن کی کچھ تفصیل ملک عبدالقیوم صاحب کے بیان سے ظاہر ہوتی ہے شاید اسلام کے چوکھٹے میں فٹ نہیں سمجھتیں۔ اگر آپ ان اہل علم حضرات کی تصانیف کا مطالعہ فرمائیں۔ تو یہ امر واضح ہو جائے گا کہ یہ باتیں ان کے نظریہ اسلام کے مزاج کے موافق نہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جن باتوں کی بناء پر دستور کو جمہوری کا نام دیا گیا ہے خود اسلامی تصور نظام میں بدرجہ اولیٰ موجود ہیں۔ مگر ان ہی لوگوں نے اسلام کا تصور اتنا محدود بنا دیا ہوا ہے کہ آج ہم اسلام ہی کے پیش کردہ اصولوں کی بھدی سی شکل کو ایک غیر ملکی جنس سمجھتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مغربی جمہوریتیں بھی آزادیٔ ضمیر کے ابھی اس معیار کو نہیں پا سکیں۔ جو اسلام نے پیش کیا ہے۔ ہم نے اس کی وضاحت اسلئے کرنا ضروری سمجھی ہے تاکہ اسلامی اور جمہوری کی الگ الگ حیثیت تسلیم کرکے جو دستور کو قابل قبول اور طمانیت بخش بتایا گیا ہے۔ اس سے کہیں یہ نہ خیال کیا جائے کہ اسلام خود اس وقت کوئی ایسا دستور پیش نہیں کر سکتا۔ جو دنیا کی نظر میں قابل قبول ہو جب تک مغربی جمہوری اصولوں سے مدد نہ لی جائے۔ حالانکہ حقیقت جیسا کہ ہم نے ابھی کہا ہے۔ اسکے برعکس ہے۔ اور موجودہ جمہوری اصول جو دانشمندانِ یورپ نے معلوم کئے ہیں۔ اسلامی اصول آزادیٔ ضمیر سے ابھی بہت پیچھے ہیں۔ اور اسلامی معیار تک پہنچنے کے لئے ہنوز دہلی دور است کا سا معاملہ ہے اس کے باوجود ہمارے سر اس وقت ندامت کے مارے جھک جاتے ہیں۔ جب مغربی سیاسیین اور دانشمند ہمارے ہی اہل علم حضرات کے نظریات اسلام ہمارے منہ پر مارتے ہیں۔ اور ان کی رہنمائی میں ہمارے بعض گزشتہ حکمرانوں نے جو تاریخ صفحہ ماضی پر نقش کی ہے۔ اس کے بعض دلخراش واقعات ہمارے سامنے رکھتے ہیں۔ اسلئے آج جس بات کو ہم پاکستان کے خیر خواہوں کے سامنے لانا چاہتے وہ یہ ہے کہ

ہمیں اللہ تعالیٰ نے آج موقعہ دیا ہے کہ ہم اسلام کے متعلق جو غلط فہمیاں پھیل گئی ہوئی ہیں انہیں اپنے عمل سے دور کریں اور دنیا کو دکھا دیں کہ وہ جمہوری اصول جن پر اہل مغرب کو ناز ہے۔ اور جن کو خود ہمارے دینی رہنماؤں نے اسلامی اصولوں سے الگ سمجھا ہے۔ ابھی اسلام کے معیار رواداری سے بہت پست ہیں۔ آزادیٔ ضمیر کا جو تصور قرآن کریم نے

لا اکراہ فی الدین

کے چار لفظوں میں پیش کیا ہے اس کی ہوا ابھی نہ برطانیہ کو لگی ہے۔ اور نہ امریکہ کو جہاں ابھی تک رنگ و نسل کا امتیاز اپنی بربری اور قابل نفرت حالت میں عمل پیرا ہے۔ جہاں ابھی ایک دین کا پیرو ہونا بھی انسان کو انسان سمجھنا نہیں سکھا سکا۔ حالانکہ آج سے چودہ سو سال پہلے اسلام نے عرب کے مغرور سرداروں کو اس ادنیٰ حبشی زادہ غلام کے سامنے بھی سرنگوں کر دیا جس کو جان سے مار دینا بھی ان کے نزدیک کوئی جرم نہیں سمجھا جاتا تھا۔

ہاں آج جب کہ ہم اس بات پر خوشیاں منا رہے ہیں کہ پاکستان کے دستور میں اسلامی قدروں کے ارتقاء اور فروغ کیلئے موقعہ بہم پہنچایا گیا ہے۔ ہمیں اپنی چند گزشتہ صدیوں کی قابل افسوس تاریخ کے لباس کو تار تار کرکے پھینک دینا ہوگا۔ اور اسلام کا دلآویز چہرہ جیسا کہ قرآن کریم اور اسوۂ رسول اللہ میں ہے۔ اپنے اعمال میں دنیا کے سامنے پیش کرنا ہوگا۔

سچی بات یہ ہے کہ آج ہم ایک نہایت نازک مرحلہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ جس کو ہم پل صراط کہہ سکتے ہیں۔ جس کے ایک طرف جنت اور ایک طرف دوزخ ہے۔ اب یہ فیصلہ وقت کرے گا کہ کس طرف گرتے ہیں۔ اگر اپنے آپ کو ان نظریات کا شکار بنا دیا جو بعض اہل علم حضرات نے اسلام کے متعلق ظاہر کئے ہیں تو یقیناً انجام بخیر نہیں ہوگا۔ مگر ہمیں یقین ہے کہ وہ ناسازگار دور گزر چکا ہے۔ اب وہ انشاء اللہ واپس نہیں آ سکتا اور ہمیں یقین ہے کہ وہ لوگ بھی جلد ہی اسلام کا من موہ لینے والا جلوہ دیکھ لیں گے۔ جن کو اشتراکی اور فسطائی لادینی تحریکوں نے اندھیروں میں ڈال دیا تھا اس کے آثار صاف نظر آ رہے ہیں۔ اور یقین ہے۔ کہ آج وہ جن اصولوں کو جمہوری سمجھ کر اسلامی اصولوں سے الگ بیان کرتے

(باقی صفحہ ۲ پر)

پاکستان ہمارا وطن ہے!

پاکستان ہمارا وطن ہے	جان سے بڑھ کر پیارا وطن ہے
اپنی آنکھ کا تارا وطن ہے	اپنے دل کا سہارا وطن ہے

جان سے بڑھ کر پیارا وطن ہے
پاکستان ہمارا وطن ہے

مصر یہی کنعان یہی ہے	لعل و گہر کی کان یہی ہے
لالہ۔ گل۔ ریحان یہی ہے	سورج چاند ستارہ وطن ہے

جان سے بڑھ کر پیارا وطن ہے
پاکستان ہمارا وطن ہے

تنویر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے بعض زریں ارشادات

پاکستان ایک اینٹ ہے اُس اسلامی عمارت کی جسے ہم نے دنیا میں قائم کرنا ہے

مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی انفرادی اور قومی زندگی میں صرف اسلام کو اپنا دستور العمل بنائیں

(سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۴ جولائی ۱۹۴۸ء کو ٹاؤن ہال کوئٹہ میں بصدارت خان بہادر شیخ محمد نیاز صاحب سپرنٹنڈنگ انجینئر "پاکستان اور اس کے مستقبل" کے موضوع پر ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی تھی۔ اس تقریر کا ایک غیر مطبوعہ ملخص افادہ احباب کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔ یہ اقتباس صیغہ زود نویسی اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ اسے ملاحظہ نہیں فرما سکے۔ خاکسار محمد یعقوب مولوی فاضل انچارج شعبہ زود نویسی)

فرمایا:۔

سب سے پہلے تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ

کسی چیز کا حصول

ایک علیحدہ امر ہے۔ اور اس چیز کے حاصل ہو جانے کے بعد اسے قائم رکھنا بالکل علیحدہ بات ہے۔ ایسے واقعات تو دنیا میں کثرت کے ساتھ مل جائیں گے کہ کسی شخص کو کوئی چیز آپ ہی آپ مل گئی ہو۔ مگر اس امر کی کوئی ایک مثال بھی نہیں مل سکتی۔ کہ کوئی چیز آپ ہی آپ قائم رہی ہو۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص کسی پر مہربان ہو کر اسے مکان دے دے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسے کہیں سے روپوں کی تھیلی مل جائے۔ یا اسے نوٹوں کا بنڈل کسی جگہ سے مل جائے۔ مگر یہ مثال دنیا میں کہیں نظر نہیں آئے گی۔ کہ کوئی شخص اپنے مکان کی مرمت کا خیال تک نہ کرے اور اس کی

صفائی کی طرف توجہ

نہ کرے۔ اور اتفاقی طور پر وہ مکان آپ ہی آپ صحیح اور درست حالت میں چلتا چلا جائے۔ یہ تو ممکن ہے کہ کسی کو اتفاقی طور پر روپوں کی کوئی تھیلی مل جائے۔ مگر یہ ممکن نہیں کہ اتفاقی طور پر وہ آپ ہی آپ خرچ ہوتی رہے۔ اسی طرح زمین آپ ہی آپ مل سکتی ہے۔ جائداد آپ ہی آپ مل سکتی ہے۔ مگر یہ ممکن نہیں کہ زمین یا جائیداد بغیر ہماری توجہ کے آپ ہی آپ قائم رہے۔

یہی حال پاکستان کا ہے

پاکستان کا حصول اور پاکستان کے قیام کا سوال دونوں علیحدہ علیحدہ امر ہیں۔ میں سمجھتا ہوں وہ لوگ جنہوں نے پاکستان کے حصول کے لئے قربانیاں کی تھیں وہ بھی یہ نہیں سمجھ سکتے تھے۔ کہ پاکستان اتنی جلدی اور ایسی صورت میں مل جائے گا۔ ہم اس امر سے انکار نہیں کر سکتے۔ کہ ایک گروہ نے اس غرض کے لئے بڑی بھاری قربانیاں کی ہیں۔ اور بہت بڑی مشکلات کا اسے سامنا کرنا پڑا ہے۔ مگر ہم اس امر سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ جس رنگ میں پاکستان ملا ہے۔ اس میں صرف انسانی کوششوں کا دخل نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل کا بھی بہت بڑا حصہ ہے۔ جس نے ان کوششوں کو پایۂ تکمیل تک پہونچا دیا۔

اب ہمارے سامنے یہ سوال ہے کہ

پاکستان کا مستقبل

کیسا ہو۔ اگر کسی کو کوئی اچھی عمارت مل جائے۔ اور وہ اسے اپنی عدم توجہ سے بگاڑ دے۔ تو دنیا اسے عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتی۔ بلکہ اگر اس عمارت کو وہ اسی حالت میں رہنے دے جس حالت میں وہ عمارت اسے ملی تھی۔ تب بھی وہ تعریف کے قابل نہیں سمجھا جاتا۔ تعریف کے قابل وہ تب سمجھا جاتا ہے۔ جب وہ اسے پہلے سے بہت اچھی حالت میں چھوڑ جائے۔ پس ہمیں اس سوال پر غور کرتے ہوئے کہ پاکستان کا مستقبل کس طرح اچھا بنایا جا سکتا ہے۔ یہ امر

یاد رکھنا چاہیئے

کہ اصل مقابلہ اسی وقت شروع ہوتا ہے۔ جب کوئی چیز حاصل ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے ذہن میں یہ سکیم بنائے۔ کہ میں اس اس طرح تجارت کروں گا۔ اور میرے پاس لاکھوں روپیہ جمع ہو جائے گا۔ تو محض شیخ چلی جیسے خیالات پیدا ہونے کی وجہ سے ڈاکو اس کے گھر پر حملہ نہیں کر دیں گے۔ لیکن اگر وہ اپنی سکیموں میں کامیاب ہو جائے۔ تو اس کے بعد بے شک اسے خطرہ پیدا ہوگا۔ کہ کہیں ڈاکو میرے گھر کو نہ لوٹ لیں۔ پاکستان کا بھی جب تک قیام نہیں ہوا تھا۔ اس کی مخالفت کا صحیح طور پر جذبہ پاکستان کے مخالفوں کے دلوں میں پیدا نہیں ہوا تھا جس طرح کسی شخص کے گھر پر ڈاکہ ڈالنے کا خیال لوگوں کو نہیں آ سکتا۔ جس نے ابھی تک اپنی کسی سکیم کو چلایا ہی نہ ہو۔ جب تک پاکستان قائم نہیں ہوا تھا دشمن سمجھتا تھا۔ کہ پاکستان کا خیال مجنونوں کی ایک بڑ ہے۔ اور لوگ ایک حصہ مخالفت بھی کرتا تھا مگر بعض لوگ اس وجہ سے مخالفت نہیں کرتے تھے کہ جو چیز ابھی بنی ہی نہیں اس کی ہم مخالفت کیوں کریں۔ یا کم سے کم وہ شدید مخالفت نہیں کرتے تھے۔ لیکن

جب پاکستان وجود میں آگیا

تو جو اس کے مخالف تھے۔ اور پاکستان کے قیام میں اپنی سکیموں کی تباہی دیکھ رہے تھے۔ ان کی مخالفت کا جذبہ بھڑک اٹھا۔ اور انہوں نے سمجھا کہ اب ہمیں اس کو مٹانے کی پوری کوشش کرنی چاہیئے۔

لیکن جہاں ایک طرف ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کسی چیز کے حصول کے بعد مخالفت بڑھ جاتی ہے۔ وہاں دوسری طرف ہمیں یہ بھی نظر آتا ہے۔ کہ جب کوئی چیز مل جاتی ہے تو بسا اوقات اس چیز کو حاصل کرنے والے کے دل سے اس کی عظمت مٹ جاتی ہے۔ اور وہ اس چیز کو کھو بیٹھتا ہے۔ چنانچہ دنیا میں کثرت کے ساتھ ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ کہ بعض لوگوں نے بڑے بڑے کام کئے۔ اور اپنے مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے سرتوڑ کوششیں کیں۔ مگر جب مقصد حاصل ہو گیا تو مطمئن ہو کر بیٹھ گئے۔ اور اس طرح وہ چیز جس کے حصول کے لئے انہوں نے سالہا سال قربانیاں کی تھیں۔ اسے اپنی غفلت سے ضائع کر بیٹھے۔

آج سے تیس سال پہلے

جب بلقان کی ریاستوں اور ٹرکی کی آپس میں جنگ ہوئی تو بلقانی ریاستیں جیت گئیں۔ اور ٹرکی کو شکست ہو گئی۔ مگر جب اسے شکست ہو گئی۔ تو بلقانی ریاستوں میں مال بانٹنے پر آپس میں لڑائی شروع ہو گئی اور وہی لوگ جو پہلے متحد ہو کر ٹرکی کے مقابلہ میں صف آرا تھے آپس میں لڑنے لگ گئے نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں کئی علاقے ٹرکی کو واپس کرنے پڑے۔ غرض دنیا میں ایسی بیسیوں مثالیں ملتی ہیں۔ کہ جب تک جنگ جاری رہی لوگ قربانی کرتے رہے۔ مگر جب کامیابی ہو گئی۔ تو انہوں نے آپس میں لڑنا شروع کر دیا۔ اور وہ اتحاد و یک جہتی سے رہنے کی بجائے متفرق ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو چیز آ چکی تھی وہ بھی ان کے ہاتھوں سے جاتی رہی

اصل بات یہ ہے کہ جب تک خطرہ سامنے ہوتا ہے لوگوں کے دلوں میں بہت جوش ہوتا ہے۔ لیکن جب خطرہ آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ تو وہ مطمئن ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ خطرہ بدستور موجود ہوتا ہے۔ بیمار کی حالت جب تک خراب ہوتی ہے۔ تیماردار بھی اور ڈاکٹر بھی بڑی توجہ سے علاج کرتے رہتے ہیں۔ لیکن بسا اوقات جب بیمار کی طبیعت سنبھالا لیتی ہے۔ تو ڈاکٹر بھی سمجھ لیتے ہیں کہ اسے آرام آ رہا ہے۔ اور تیماردار بھی اس خیال سے کہ اب تو اسے افاقہ ہے ادھر ادھر چلے جاتے ہیں۔ یا تھکے ہوئے ہوں تو لیٹ جاتے ہیں۔ مگر اس دوران میں

مریض کی موت

واقع ہو جاتی ہے۔ یہی حال قوموں کا ہے۔ جب وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتی ہیں خطرات ان کی نگاہ سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ اور وہ سستی اور غفلت کا شکار ہو جاتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ دشمن ہوشیار ہو کر فائدہ اٹھا لیتا ہے۔

پاکستان کی حالت

بھی اس وقت ایسی ہی ہے۔

پاکستان نام ہے اس ملک کے ایک ٹکڑے کا جسے پہلے ہندوستان کہا جاتا تھا۔ اور یہ سیدھی بات ہے۔ کہ جب کسی کا کوئی عضو کاٹا جائیگا۔ تو وہ خوش نہیں ہوگا۔ بلکہ اس میں شدید طور پر منافرت کا جذبہ پیدا ہو جائیگا۔ کون شخص یہ خیال بھی کر سکتا ہے۔ کہ کسی کا ناک کاٹ دیا جائے۔ یا کان کاٹ دیا جائے۔ تو وہ اطمینان سے بیٹھا رہے گا۔ اور کہے گا جزاکم اللہ۔ تم نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ جب بھی ہم کسی کے جسم کا کوئی عضو کاٹیں گے۔ وہ ضرور تلملائے گا۔ بلکہ اگر عضو کاٹنے کے بعد وہ زندہ رہے گا۔ تو اس موقع کی تلاش میں رہے گا، کہ میں دوسرے کو تباہ کر دوں۔ اگر تو وہ شخص مر جاتا ہے۔ تب بے شک ہمیں اطمینان ہو سکتا ہے۔ کہ جس شخص کا ہم نے ناک یا کان کاٹا تھا۔ وہ مر چکا ہے۔ اب وہ ہم سے انتقام نہیں لے سکتا۔ لیکن اگر وہ زندہ ہے۔ تو لازماً ہر وقت اس کے دل میں اشتعال پیدا ہوتا رہے گا۔ اور وہ خواہش رکھے گا کہ میں اس شخص سے بدلہ لوں۔ جس نے مجھے نقصان پہنچایا ہے۔

بعض فتوحات

بے شک ایسی ہوتی ہیں۔ جن میں مفتوحہ قومیں بالکل مٹ جاتی ہیں۔ ایسی فتوحات میں دشمن کی طرف سے مقابلہ کا کوئی خطرہ نہیں رہتا۔ جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے بعد مسلمانوں نے مصر پر حملہ کیا۔ اور اسے فتح کر لیا۔ اس فتح کے بعد کوئی مصری حکومت دنیا میں نہیں رہی تھی۔ جس میں مسلمانوں کے خلاف انتقام کا جذبہ پیدا ہوتا۔ اسی طرح مسلمانوں نے جب فلسطین فتح کیا۔ تو فلسطین میں کوئی ایسی حکومت نہیں رہی تھی۔ جو مسلمانوں کے خلاف جذباتِ انتقام لے کر کھڑی ہو سکتی۔ یا جب مسلمانوں نے شام فتح کیا۔ یا عراق فتح کیا۔ تو شام اور عراق میں کوئی ایسی حکومت نہیں رہی تھی۔ جو مسلمانوں کے خلاف انتقامی جذبات رکھتی۔ لیکن ایران اور روم سارے کے سارے فتح نہیں ہوئے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جب آئندہ خرابی پیدا ہوئی۔ تو وہ شام میں نہیں ہوئی، جو سارے کا سارا فتح ہو چکا تھا۔ وہ مصر میں نہیں ہوئی۔ جو سارے کا سارا فتح ہو چکا تھا وہ عراق میں نہیں ہوئی۔ جو سارے کا سارا فتح ہو چکا تھا۔ بلکہ وہ ایران اور روم میں پیدا ہوئی۔ کیونکہ وہاں ایسی قومیں موجود تھیں۔ جن کے عضو کاٹے گئے تھے۔ یہی حالت ہماری ہے۔ پاکستان کوئی نیا ملک نہیں۔ بلکہ ایک ملک کا ٹکڑا کاٹ کر اس کا نام پاکستان رکھ دیا گیا ہے، جس ملک کا یہ ٹکڑا ہے، وہ ملک زندہ ہے۔ اگر سارے ملک کا نام پاکستان ہوتا۔ تو خطرہ کی کوئی صورت نہیں تھی۔ مگر اب تین چوتھائی سے زیادہ حصہ زندہ موجود ہے۔ اور ہم نے اسے کاٹ کر الگ کر دیا گیا ہے۔ پس پاکستان کے قیام سے خطرات دور نہیں ہوئے۔ بلکہ پہلے سے بڑھ گئے ہیں۔ کیونکہ ہمارا ہمسایہ سمجھتا ہے۔ کہ اسے پاکستان کے قیام سے سخت نقصان پہنچا ہے۔ اسی سلسلہ میں

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے

کہ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں پر جو مظالم ہوئے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں میں جذبۂ انتقام اتنا شدید طور پر پیدا کر دیا ہے۔ کہ اب مسلمانوں کی طاقت پہلے سے کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ درحقیقت دنیا میں دو ہی چیزیں طاقت اور قوت کو بڑھاتی ہیں۔ جذبۂ محبت یا جذبۂ انتقام۔ ماں جذبۂ محبت کی وجہ سے بعض دفعہ ایسے ایسے کام کر جاتی ہیں، جو عام حالات میں بالکل ناممکن نظر آتے ہیں۔ اسی طرح جب کسی کو شدید صدمہ پہنچتا ہے۔ تب بھی اس کے انتقام کا جذبہ تیز ہو جاتا ہے اسی وجہ سے محبت اور انتقام کے جذبہ کو جنون کہتے ہیں۔ کیونکہ جنون کی حالت میں مجنون کی طاقتیں بہت بڑھ جاتی ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں

جب بدر کی جنگ ہوئی۔ تو مسلمانوں کی طرف سے صرف تین سو تیرہ آدمی اس جنگ میں شریک تھے۔ اور وہ بھی بالکل بے سر و سامان اور ناتجربہ کار لیکن دشمن کا ایک ہزار سپاہی تھا۔ اور وہ سارے کا سارا تجربہ کار آدمیوں پر مشتمل تھا۔ ابھی جنگ شروع نہیں ہوئی تھی، کہ ابوجہل نے ایک عرب سردار کو بھجوایا اور اسے کہا۔ کہ تم یہ اندازہ کر کے آؤ کہ مسلمانوں کی تعداد کتنی ہے۔ وہ واپس گیا۔ تو اس نے کہا۔ میرا اندازہ یہ ہے۔ کہ مسلمان تین سو اور تین سو پچیس کے قریب ہیں۔ ابوجہل اس پر بہت خوش ہوا۔ اور کہنے لگا۔ ہم نے تو میدان مار لیا۔ اس نے کہا اے میری قوم بے شک مسلمان تھوڑے ہیں۔ لیکن

میرا مشورہ یہی ہے

کہ مسلمانوں سے لڑائی نہ کرو۔ کیونکہ اے میری قوم میں نے اونٹوں پر آدمی نہیں بلکہ موتیں سوار دیکھی ہیں۔ یعنی میں نے جس شخص کو بھی دیکھا اس کا چہرہ بتا رہا تھا، کہ آج میں نے مر جانا ہے۔ یا مار دینا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی جذبہ ان کے دلوں میں نہیں پایا جاتا۔ گویا اس جذبۂ انتقام نے مسلمانوں کو ایسی طاقت دے دی، کہ دیکھ شدید ترین دشمنِ اسلام نے بھی ان کے چہروں سے پڑھ لیا۔ کہ اب وہ اس میدان سے واپس نہیں لوٹیں گے۔ سوائے اس کے کہ وہ کامیابی حاصل کر لیں۔ یا اسی جگہ لڑتے ہوئے جان دے دیں۔ جب یہ جذبات کسی قوم میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ تو وہ اسے عام سطح سے بہت اونچا کر دیتے ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں۔ کہ کچھ اور باتیں بھی ہیں۔ جن کو ہمیں نظرانداز نہیں کرنا چاہیئے۔ اور وہ یہ کہ

انتقام کا جذبہ

صرف نقصان پر مبنی نہیں ہوتا۔ بلکہ احساسِ نقصان پر مبنی ہوتا ہے۔ ایک شخص کے اگر دس روپے کوئی شخص چرا کر لے جائے۔ اور اسے محسوس بھی نہ ہو۔ تو اس کے اندر کوئی جذبۂ انتقام پیدا نہیں ہوگا۔ لیکن دوسرے شخص کا اگر صرف ایک روپیہ کوئی شخص چرا لیتا ہے۔ اور اسے اس کی چوری کا احساس ہوتا ہے۔ تو اس کے اندر یقیناً جذبۂ انتقام پیدا ہو جائے گا۔ پس جذبات حقیقت پر مبنی نہیں ہوتے۔ بلکہ احساسِ حقیقت پر مبنی ہوتے ہیں۔ اگر ہم کو شدید سے شدید نقصان بھی پہنچا ہے۔ لیکن ہمیں اس نقصان کا احساس نہیں۔ تو محض نقصان اس بات کی دلیل نہیں ہوگا۔ کہ ہمارے اندر جذبۂ انتقام پیدا ہو گیا ہے۔ یہی حال محبت کا ہے۔ وہ بھی احساس پر مبنی ہوتی ہے۔ ایک حبشی کو اپنا کالا کلوٹا بچہ ہی خوبصورت نظر آتا ہے۔ حالانکہ دوسرے کی نگاہ میں وہ بدصورت ہوتا ہے۔ غرض انتقام کا جذبہ یا محبت کا جذبہ دونوں احساس پر مبنی ہوتے ہیں۔ جتنے احساسات تیز ہوں۔ اتنا ہی یہ جذبہ بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اور جتنے احساسات کم ہوں اتنا ہی اس جذبہ کا فقدان ہوتا ہے۔ پس ہمیں صرف اپنے نقصان کا ہی نہیں بلکہ احساسِ نقصان کا بھی جائزہ لینا پڑیگا۔ اسی طرح ہمیں دوسرے فریق کے نقصان اور اس کے احساسِ نقصان کا بھی جائزہ لینا پڑیگا۔ اگر اس کے بغیر ہم کوئی فیصلہ کر لیتے ہیں۔ تو درحقیقت وہ صحیح فیصلہ نہیں کہلا سکتا۔

دوسری چیز جو پاکستان کے مستقبل کے متعلق ہمیں ہمیشہ مدنظر رکھنی چاہیئے۔ وہ یہ ہے کہ پاکستان کا مستقبل محض اسلام کو اپنی عملی زندگی میں داخل کرنے کے ساتھ وابستہ ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہم نے پاکستان کا مطالبہ اس بنا پر کیا تھا۔ کہ ہماری تہذیب الگ ہے، اور ہندو تہذیب الگ۔ جب مسلمانوں نے یہ مطالبہ کیا۔ اس وقت پنڈت جواہر لال صاحب نہرو نے ایک مضمون لکھا تھا۔ کہ بتاؤ۔ تمہاری کونسی تہذیب ہے۔ جو ہندوستانی تہذیب سے الگ ہے۔ ہم اس وقت کہہ سکتے تھے۔ کہ یہ چیز عمل سے تعلق رکھتی ہے، عمل کا موقع آئے گا۔ تو ہم تمہیں بتائیں گے۔ کہ ہماری تہذیب کونسی ہے۔ مگر اب جبکہ ہمیں اس تہذیب کو قائم کرنے کا موقع مل گیا ہے۔ پنڈت نہرو اور ان کے ساتھی اگر ہم سے یہ سوال کریں۔ کہ وہ کونسی تہذیب ہے۔ جس کے لئے تم نے پاکستان مانگا تھا۔ تو یقیناً وہ اپنے اس مطالبہ میں حق بجانب ہوں گے۔

یہ ظاہر ہے

کہ جس تہذیب کے بچانے کا ہم دعوےٰ کر رہے تھے۔ وہ ایرانی نہیں تھا۔ نہ وہ پٹھانی بلوچی۔ سندھی۔ پنجابی یا بنگالی تہذیب تھی، کیونکہ نہ ہم سارے ایرانی تھے۔ نہ ہم سارے پٹھان تھے۔ نہ ہم سارے بلوچی تھے، نہ ہم سارے سندھی تھے۔ نہ ہم سارے پنجابی تھے۔ اور نہ ہم سارے بنگالی تھے۔ پھر وہ کیا چیز تھی۔ جس کے لئے ہم سب لڑ رہے تھے۔ یقیناً اسلام ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو ہم سب میں مشترکہ طور پر پائی جاتی ہے۔ اور اسلامی تہذیب ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جس کے قیام کا ہم میں سے ہر شخص خواہشمند تھا۔ اس تہذیب کے قیام کے لئے ہم نے پاکستان کا مطالبہ کیا تھا۔ اب جبکہ علیٰحدگی ہو چکی ہے۔ سوال یہ ہے۔ کہ کیا ہم نے وہ غرض پوری کر لی ہے۔ جس کے لئے ہم نے علیٰحدگی طلب کی تھی۔ اگر ہم نے اس غرض کو پورا نہیں کیا۔ تو دنیا ہمیں کہیگی کہ تم نے غلط دعویٰ کیا تھا۔ درحقیقت تم اپنی ذاتی حکومت چاہتے تھے۔ مگر ناواقف لوگوں میں جوش پیدا کرنے کے لئے تم نے

اسلامی تہذیب

کے نام سے شور مچا دیا۔ مختصر لفظوں میں میں یوں سمجھتا ہوں۔ کہ ہماری لڑائی اس لئے نہیں تھی۔ کہ ہم اپنے لئے گھر مانگتے تھے۔ بلکہ ہماری لڑائی اس لئے تھی۔ کہ اس ملک میں ہمارے آقا اور سردار حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی گھر نہیں تھا۔ ہم ایک زمین چاہتے تھے۔ جسے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زمین کہا جا سکے۔ ہم ایک ملک چاہتے تھے۔ جسے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ملک کہا جا سکے۔ ہم ایک حکومت چاہتے تھے۔ جسے

محمد رسول اللہ صلعم کی حکومت

کہا جا سکے۔ اور یہی اصلی محرک پاکستان کے مطالبہ کا تھا۔ پس

انفرادی اور قومی زندگی میں اسلام کو داخل کرنا ہمارا سب سے پہلا اور اہم فرض ہے۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو یقیناً ہم اپنے دعویٰ میں سچے نہیں سمجھے جا سکتے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بات بھی کبھی نظر انداز نہیں کرنی چاہیئے کہ ہم نے ساری دنیا میں اسلام کو قائم کرنا ہے۔ اور ساری دنیا میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جھنڈا بلند کرنا ہے۔ پس پاکستان اس منزل کے حصول کے لئے یقیناً ایک قدم تو ہے۔ مگر بہرحال وہ ایک اینٹ ہے اس عمارت کی جو ہم نے

ساری دنیا میں

قائم کرنی ہے۔ اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اس عظیم الشان مقصد کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں۔ اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے جس قدر بھی قربانیاں کر سکیں۔ ان سے کبھی دریغ نہ کریں۔

قائدِ اعظم نے فرمایا

"جو لوگ اپنی نادانی سے یہ سمجھتے ہیں۔ کہ وہ پاکستان کو ختم کر دینگے بڑی بھول میں مبتلا ہیں۔ دنیا کی کوئی طاقت ایسی نہیں جو پاکستان کا شیرازہ بکھیرنے میں کامیاب ہوسکے اس پاکستان کا جواب مضبوط و مستحکم بنیادوں پر قائم ہوچکا ہے"

(بیان قائداعظم ۲۴ اگست ۱۹۴۷ء)

ربوہ میں یومِ اسلامی جمہوریہ پاکستان

۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء بروز جمعہ ربوہ میں یوم اسلامی جمہوریہ پاکستان نہایت اہتمام سے منایا جائے گا۔ اس روز

- (۱) فجر کی نماز کے بعد ربوہ کی تمام مساجد میں پاکستان کے استحکام کے لئے دعائیں کی جائیں گی۔
- (۲) مختلف کھیلیں ہونگی
- (۳) نماز جمعہ کے بعد مسجد مبارک ربوہ میں اہالیانِ ربوہ کا ایک جلسۂ عام منعقد ہو گا۔
- (۴) جلسہ کے بعد مٹھائی تقسیم ہوگی۔ اور غرباء میں کھانا تقسیم ہو گا۔
- (۵) رات کو چراغاں ہو گا۔
- (۶) دوکاندار اپنی اپنی دوکانیں سجائیں گے۔ بہترین سجاوٹ اور صفائی کے لئے انعام دیا جائے گا۔

جملہ اہالیانِ ربوہ سے درخواست ہے کہ اس دن تمام دوسرے کاموں سے فارغ ہو کر یومِ جمہوریہ کی تقاریب میں شریک ہوں۔

جنرل پریذیڈنٹ لوکل کمیٹی ربوہ

پاکستان - ایک آزاد اسلامی مملکت کے قیام پر بارگاہِ ربّ العزّت میں سجدۂ شکر

اس تصوّر سے میری خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہتی کہ لاکھوں مسلمانوں نے بے گھر ہو کر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک گھر پیدا کر دیا۔

ہمارا فرض ہے کہ ہم پاکستان کے بعد اسلامستان کے قیام کی کوشش کریں۔

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی ایک غیر مطبوعہ بصیرت افروز تقریر کا ملخص

دسمبر ۱۹۴۷ء میں جبکہ ہجرت کی وجہ سے لاکھوں مسلمان بے گھر ہو چکے تھے۔ اور جماعت احمدیہ کے افراد بھی پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر پھیلے ہوئے تھے۔ ہمارے اولوالعزم امام نے فیصلہ کیا کہ جلسۂ سالانہ سابق دستور کے مطابق دسمبر کے آخری ایام میں لاہور میں منعقد کیا جائے۔ چنانچہ جودھامل بلڈنگ سے ملحقہ میدان میں اس جلسہ کا انتظام کیا گیا۔ یہ پاکستان میں جماعت احمدیہ کا پہلا سالانہ جلسہ تھا جو اپنی پوری شان کے ساتھ منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں ۲۸ دسمبر کو حضور نے قیام پاکستان پر جن الفاظ میں اپنے جذباتِ مسرت و انبساط کا اظہار فرمایا ان سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضور کو پاکستان — ایک نئی مملکت کے قیام پر کس قدر خوشی ہوئی۔ آج جبکہ یومِ جمہوریہ کی تقریب پر ملک کے تمام اکناف و اطراف میں خوشی کے شادیانے بجائے جا رہے ہیں۔ حضور کی اس غیر مطبوعہ تقریر کا ایک ملخص اس تقریب کی مناسبت سے ہدیۂ احباب کیا جاتا ہے۔ یہ اقتباس صیغہ زود نویسی اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے اسے ملاحظہ نہیں فرما سکے۔ خاکسار محمد یعقوب مولوی فاضل انچارج شعبہ زود نویسی

حضور نے فرمایا:۔

پاکستان کا مسلمانوں کو مل جانا اس لحاظ سے بہت بڑی اہمیّت رکھتا ہے

کہ اب مسلمانوں کو اللہ تعالےٰ کے فضل سے سانس لینے کا موقعہ میسّر آ گیا ہے اور وہ آزادی کے ساتھ ترقی کی دوڑ میں حصہ لے سکتے ہیں۔ اب ان کے سامنے ترقی کے اتنے غیر محدود ذرائع ہیں کہ اگر وہ ان کو اختیار کریں۔ تو دنیا کی کوئی قوم ان کے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتی۔ اور پاکستان کا مستقبل نہائت ہی شاندار ہو سکتا ہے۔ مگر پھر بھی پاکستان ایک چھوٹی چیز ہے۔ ہمیں اپنا قدم اس سے آگے بڑھانا چاہیئے۔ اور پاکستان کو

اسلامستان کی بنیاد بنانا چاہیئے

بے شک پاکستان بھی ایک اہم چیز ہے۔ بے شک عرب بھی ایک اہم چیز ہے۔ بے شک حجاز بھی ایک اہم چیز ہے۔ بے شک مصر بھی ایک اہم چیز ہے۔ بے شک ایران بھی ایک اہم چیز ہے۔ مگر پاکستان اور عرب اور حجاز اور دوسرے اسلامی ممالک کی ترقیات صرف پہلا قدم ہیں۔ اصل چیز دنیا میں اسلامستان کا قیام ہے۔ ہم نے پھر سارے مسلمانوں کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کرنا ہے۔ ہم نے پھر اسلام کا جھنڈا دنیا کے تمام ممالک میں لہرانا ہے۔ ہم نے پھر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام عزت اور آبرو کے ساتھ دنیا کے کونے کونے میں پہنچانا ہے۔ ہمیں پاکستان کے جھنڈے بلند ہونے پر بھی خوشی ہوتی ہے ہمیں مصر کے جھنڈے بلند ہونے پر بھی خوشی ہوتی ہے۔ ہمیں عرب کے جھنڈے بلند ہونے پر بھی خوشی ہوتی ہے ہمیں ایران کے جھنڈے بلند ہونے پر بھی خوشی ہوتی ہے۔ مگر ہمیں

حقیقی خوشی تب ہو گی

جب سارے ملک آپس میں اتحاد کرتے ہوئے اسلامستان کی بنیاد رکھیں۔ ہم نے اسلام کو اس کی پرانی شوکت پر پھر قائم کرنا ہے۔ ہم نے خدا تعالےٰ کی حکومت دنیا میں قائم کرنی ہے۔ ہم نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حکومت دنیا میں قائم کرنی ہے۔ ہم نے عدل اور انصاف کو دنیا میں قائم کرنا ہے۔ اور ہم نے عدل و انصاف پر مبنی پاکستان کو اسلامک یونین کی پہلی سیڑھی بنانا ہے۔ یہی اسلامستان ہے جو دنیا میں حقیقی امن قائم کرے گا۔ اور ہر ایک کو اس کا حق دلائے گا۔ جہاں روس اور امریکہ فیل ہوا صرف مکہ اور مدینہ ہی انشاء اللہ کامیاب ہوں گے۔ یہ چیزیں اس وقت ایک پاگل کی بڑ معلوم ہوتی ہیں۔ مگر دنیا میں بہت سے لوگ جو عظیم الشان تغیر کرتے رہے ہیں۔ وہ پاگل ہی کہلاتے رہے ہیں۔ اگر مجھے بھی لوگ پاگل کہدیں تو میرے لئے اس میں شرم کی کوئی بات نہیں۔ میرے دل میں ایک آگ ہے۔ ایک جلن ہے ایک تپش ہے۔ جو مجھے آٹھوں پہر بیقرار رکھتی ہے۔ میں مسلمانوں کو ان کی ذلت کے مقام سے اٹھا کر عزت کے مقام پر پہنچانا چاہتا ہوں۔ میں پھر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلانا چاہتا ہوں۔ میں پھر

قرآن کریم کی حکومت دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہوں

میں نہیں جانتا کہ یہ بات میری زندگی میں ہو گی یا میرے بعد لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ میں اسلام کی بلند ترین عمارت میں اپنے ہاتھ سے ایک اینٹ لگانا چاہتا ہوں۔ یا اتنی اینٹیں لگانا چاہتا ہوں جتنی اینٹیں لگانے کی خدا مجھے توفیق دیدے۔ میں اس عظیم الشان عمارت کو مکمل کرنا چاہتا ہوں یا اس عمارت کو اتنا اونچا لے جانا چاہتا ہوں جتنا اونچا لیجانے کی اللہ تعالےٰ مجھے توفیق دیدے۔ اور میرے جسم کا ہر ذرہ اور میری روح کی ہر طاقت اس کام میں

خدا تعالےٰ کے فضل سے خرچ ہوگی اور دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی میرے اس ارادہ میں حائل نہیں ہوگی۔

میں جماعت کے دوستوں سے بھی کہتا ہوں۔ کہ

وہ اپنے نقطۂ نگاہ کو بدلیں

وہ زمانہ گیا جب ایک غیر قوم اُن پر حکمران تھی۔ اور وہ محکوم سمجھے جاتے جاتے تھے۔ میں تو اس زمانہ میں بھی اپنے آپ کو غلام نہیں سمجھتا تھا۔ لیکن چونکہ ایک غیر قوم ہم پر حکمران تھی۔ کبھی کبھی خواہش پیدا ہوتی۔ کہ ہندوستان کو چھوڑیں اور کسی اسلامی ملک میں جاکر رہنا شروع کر دیں۔ مگر اب اللہ تعالےٰ کا یہ کتنا بڑا احسان ہے۔ کہ بجائے اس کے کہ ہم دُور کسی اسلامی ملک مثلاً عرب یا حجاز میں جاتے اُس نے ہمیں وہ ملک دے دیا۔ جو عمل کرے یا نہ کرے۔ کہلاتا خدا کا ہے۔ کہلاتا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ یہ ہمارے لئے

بہت بڑی خوشی کا مقام ہے

کہ چاہے۔ اُس نے ایک چھوٹی چیز دے دی۔ مگر اپنی تو دیدی۔

بہاں کوئی میری مانے یا نہ مانے۔ سنے یا نہ سنے۔ جب میں یہ کہوں کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایسا کہتے ہیں۔ تو کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا میرے ساتھ کیا تعلق ہے۔ کیونکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پر ایک حکومت قائم ہوگئی ہے۔ پس اس تصور سے میری خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ میں ان غموں کو بھول جاتا ہوں۔ جو ہندوستان میں ہمیں پیش آئے۔ اسلئے کہ میرا مکان گو میرے ہاتھ سے جاتا رہا۔ مگر

میرے آقاؐ کو

ایک مکان مل گیا۔ یہ درست ہے کہ چوالیس لاکھ مسلمانوں کے مکان اُن کے ہاتھ سے جاتے رہے۔ وہ گھروں سے بے گھر ہوگئے۔ وہ جائدادوں سے بے دخل ہوگئے۔ مگر ایک جگہ ایسی ضرور پیدا ہوگئی ہے۔ جس کے متعلق محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ میری جگہ ہے۔ اور یہ خوشی ہماری اپنی جائیدادوں کے کھوئے جانے سے بہت زیادہ ہے۔

باہمی تعاون سے ملک کو ترقی دینے کی کوشش کیجئے

تمام پاکستانیوں کو مساوی حقوق و مراعات حاصل ہیں

(قائدِ اعظم)

"اگر ہم اس مملکتِ عظیم یعنی پاکستان کو خوش بخت و خوش حال بنانا چاہتے ہیں تو ہم کو اپنی تمام تر توجہ اہل ملک اور اہل ملک میں سے بالخصوص عوام اور مفلوک الحال طبقہ کی حالت کو بہتر بنانے پر صرف کرنا ہوگی۔ اگر آپ تمام پچھلی تلخیوں کو بھلا کر اور ماضی کو فراموش کر کے باہمی تعاون سے کام کرینگے تو آپ کی کامیابی یقینی ہے۔ اگر آپ مضی مامضٰی پر عمل کرتے ہوئے باہم ایک ہو کر اس جذبے کے تحت کام کریں کہ آپ میں سے ہر ایک (اس بات کی پروا کئے بغیر کہ وہ کس فرقے سے تعلق رکھتا ہے یا یہ کہ ماضی میں اس کے دوسروں کے ساتھ تعلقات کیسے تھے یا یہ کہ اس کی اپنی ذات رنگ اور نسل کیا ہے) یہ امر اچھی طرح ذہن نشین کرے کہ وہ اول و آخر ایک ایسی ریاست کا شہری ہے۔ جہاں اسے دوسروں کے ساتھ مساوی حقوق و مراعات و فرائض حاصل ہیں۔ تو پھر آپ کی ترقی کبھی ختم نہیں ہوگی"۔

(۱۱ر اگست ۱۹۴۷ء کو قائد اعظم کی تقریر)

پاکستان کے اسلامی جمہوریہ بننے پر مسلمانوں کی ذمہ داریاں

خوشی منانے کے ساتھ ہمیں ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کا اقرار بھی کرنا چاہیئے

مکرم مولٰنا ابو العطاء صاحب فاضل کے قلم سے

پاکستان کو اسلامی جمہوریہ قرار دینے کے بعد ہم پر ایک بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اب ہم ایک امتحان کے مقام پر کھڑے ہیں۔ دنیا کی غیر مسلم سلطنتیں اس بات کی منتظر ہیں کہ پاکستانی مسلمان اپنے عمل سے اسلام کو کس شکل میں پیش کرتے ہیں۔ اور کن اخلاق کے ساتھ اسلام کا تعارف کراتے ہیں۔ ہمارے عمل کو دیکھکر وہ اندازہ لگائیں گی کہ آیا اسلام قابل عمل ہے یا نہیں۔ اسی طرح آسمانوں کا خدا بھی دیکھ رہا ہے کہ ہم اپنے بلند بانگ دعاوی کے مطابق عملی زندگی میں کیا نمونہ قائم کرتے ہیں۔ پس دنیا کے فیصلے کے علاوہ اللہ تعالٰی کی طرف سے بھی ایک فیصلہ ہونیوالا ہے۔ ہم پاکستانی مسلمانوں کو اس دوہری ذمہ داری کو اٹھانے کے لئے کمربستہ ہو جانا چاہیئے۔

آج ہمارے ملک پاکستان کے آزاد اسلامی جمہوریہ قرار پانے کی عید منائی جا رہی ہے۔ فی الواقع یہ دن ہم سب کے لئے خوشی اور مسرت کا دن ہے۔ ہر انسان آزادی چاہتا ہے۔ اور قید و بند سے مخلصی کا خواہاں ہے۔ ہر مسلمان دل کی گہرائیوں سے آرزومند ہے کہ خدا تعالٰے کی زمین پر اس کا عالمگیر اور کامل دین اسلام، بر سر اقتدار ہو۔ ہر جگہ اس کا پرچم لہرائے اور تمام آدم زاد اسلام کی آغوش رحمت میں آرام پائیں۔ یہ تمنا کمزور سے کمزور مسلمان کے دل میں بھی موجود ہے۔

ہندوستان ایک لمبے عرصہ تک مسلمان بادشاہوں کے زیر نگین رہ چکا ہے۔ اور صدیوں تک مسلمانوں نے اس سرزمین پر حکومت کی ہے۔ لیکن تاریخ سے ثابت ہے کہ اسلامی شریعت کے نفاذ کا حقیقی جذبہ اس وقت کار فرما نہ تھا۔ خود حکمرانوں کی زندگی کے گوشے اس نور سے منور نہ تھے۔ اسلام کا سرسری ذکر اور قاضیوں اور مولویوں کا عام تقرر بالکل علیحدہ بات ہے۔ ہماری مراد یہ ہے کہ اس وقت عوام میں اور حکمرانوں میں یہ روح کام کرتی ہوئی دکھائی نہیں دیتی۔ کہ ہم خدا تعالٰے کے دین پر خود بھی عمل کرنا ہے اور فرزند آدم تک دلیل و برہان کے ساتھ پہنچانا ہے۔ اور پھر اس کی شریعت کے احکام کو صحیح طریق پر عملی جامہ پہنانا ہے۔ یہ جذبہ اور یہ روح خدائی مشیت کے ماتحت آج جس طرح ابھرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے پہلے دور سلطنت میں موجود نہ تھی۔

پاکستان کا قیام اللہ تعالٰے کی ایک خاص اور غیر معمولی تقدیر کے نتیجہ میں ہوا ہے یہ ملک دنیا کے عام ممالک کی طرح آزادی سے ہمکنار نہیں ہوا۔ اور اس کا معرض وجود میں آنا تاریخ کا کوئی عام حادثہ نہیں ہے۔ اور پھر ایسے زمانہ میں جب کہ بظاہر مسلمانوں کی سلطنتیں ضعف کا شکار ہو رہی تھیں اور ان کے باہمی اختلاف و شقاق سے فائدہ اٹھا کر دجالی طاقتوں نے جزیرۂ عرب کے سر پر یہودیوں کی سلطنت قائم کر دی تھی۔ ایسے وقت میں جب کہ یہودی حکومت "اسرائیل" معرض وجود میں آ رہی تھی۔ ہندوستان کے مغرب اور مشرق میں پاکستان یعنی دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت کا بن جانا کوئی اتفاقی حادثہ نہیں بلکہ یہ اللہ تعالٰے کی خاص تقدیر ہے۔

آج دنیا بھر کے مسلمان عموماً اور پاکستانی مسلمان مخصوصاً خوشی سے لبریز دلوں کے ساتھ عید منا رہے ہیں۔ کیونکہ آج کے دن سے ہم پاکستانی ہیں اسلامی آئین کو اپنا کر ایک آزاد مسلمان قوم کی صورت میں قومی زندگی کا آغاز کر رہے ہیں۔ قوموں کی زندگی میں جب بھی ایسے دن آتے ہیں۔ تو بہت بڑی خوشی اور مسرت کا پیغام لے کر آتے ہیں اور اپنے ساتھ بہت بڑی ذمہ داریوں کا اعلان لے کر آتے ہیں۔ ہمارا حق ہے کہ ہم آج خوشی منائیں۔ اور ہر پاکستانی خواہ وہ کسی حصۂ ملک کا باشندہ اور کسی مذہب کا قائل ہو حق رکھتا ہے کہ اس آزاد اسلامی اصول پر مبنی سلطنت کا فرد ہونے کی وجہ سے خوشی کے جذبات سے لبریز ہو اور اس قومی اور ملکی عید میں پورا پورا حصہ لے اور عہد کرے کہ آئندہ وہ اپنے ملک کی خوشحالی، ترقی اور استحکام کے لئے مقدور بھر کوشش کریگا اور اس بارے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے گا۔

پاکستان میں اکثریت مسلمانوں کی ہے اس لئے جمہوری اصولوں کے مطابق ضروری تھا کہ اس کا نام اسلامی جمہوریہ رکھا جاتا ہے۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ اس جگہ عدل و انصاف افراد سلطنت کی خیر خواہی اور بہبودی اور غیر مسلموں کے کامل حقوق کا اجراء اسلام کے آئین و قوانین کے مطابق ہوگا اور کسی پر کسی طرح سے ظلم و زیادتی نہ ہوگی اس اعلان کے ساتھ اور پاکستان کے اسلامی جمہوریہ قرار پانے پر پاکستانی مسلمانوں کی ذمہ داری بہت بڑھ گئی ہے۔ اب اس ملک کے ہندو اور عیسائی اور دوسرے غیر مسلم پاکستانی مسلمانوں کو اس نظر سے دیکھیں گے کہ اب اقتدار ملنے پر یہ کیونکر اسلام کے احکام کو جاری کرتے ہیں اور کس طرح اسلام کے قوانین عدل و انصاف کو بے رو رعایت طور پر قائم کرتے ہیں اسلامی اخلاق اور اسلامی اقدار کو کس طرح اپناتے ہیں۔ اسی طرح دنیا کے دوسرے ممالک بالخصوص مغربی سلطنتیں اب اس نگاہ سے پاکستان کو دیکھیں گی کہ یہ ملک کس اچھے نمونہ کو قائم کرتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہم نے پاکستان کو اسلامی جمہوریہ قرار دے کر بہت بڑی ذمہ داری اپنے سر پر لے لی ہے۔ اب ہم دنیا کی نگاہوں میں امتحان کی کسوٹی پر پرکھے جا رہے ہیں۔ اور عنقریب اس ملک کے غیر مسلم اور بیرونی دنیا کی غیر مسلم سلطنتیں اپنا فیصلہ صادر کریں گی۔ وہ اس فیصلہ کا اعلان لفظوں میں کریں یا نہ کریں۔ لیکن وہ یہ فیصلہ ضرور کریں گی کہ پاکستانی مسلمانوں نے اسلام کو کس شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور کن اخلاق کے ساتھ اسلام کا تعارف کرایا ہے

یہ تو دنیا کی بات ہے۔ آسمانوں کا خدا بھی دیکھ رہا ہے کہ ہم اپنے بلند بانگ دعاوی کے مطابق عملی زندگی میں کیا نمونہ قائم کرتے ہیں۔ کیا ہم اسلامی احکام کو اپنے نفسوں اور اپنے ساتھیوں اور اپنے ملک میں صحیح طور پر قائم کرتے ہیں۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے کہ ہم نے پہلوں سے سلطنت لے کر تم کو اسلئے دی ہے۔

فینظر کیف تعملون (اعراف [129])

تاکہ ہم ظاہر کریں۔ کہ تم برسر اقتدار آکر کیا عمل کرتے ہو؟ پس دنیا کے فیصلہ کے علاوہ اللہ تعالٰے کی طرف سے بھی ایک فیصلہ ہونے والا ہے اور ہم پاکستانی مسلمانوں کو اس دوہری ذمہ داری کو اٹھانے کیلئے کمربستہ ہونا چاہیئے

گذشتہ دنوں مہاتما بدھ کی اڑھائی ہزار سالہ برسی منائی گئی۔ اس موقعہ پر چٹاگانگ (مشرقی پاکستان) کے قریب بدھوں کا بہت بڑا اجتماع ہوا۔ اس اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے برما کے نائب قونصل مسٹر یوادہا نے کہا ہے:-

"The word Islam means Peace, Safety and Salvation, while in Buddhism the word Nirvana stands as the highest state of Spiritual attainment and ultimate Permanent Peace."

کہ لفظ اسلام کے معنے امن، حفاظت اور نجات دہندگی کے ہیں۔ بدھ ازم میں لفظ نروانہ بھی روحانی طمانیت اور مستقل اعلٰے امن کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

تقریر کو جاری رکھتے ہوئے برمی نائب قونصل نے فرمایا کہ:-

In the Pursuance of the express Quranic injunction that there was no compulsion in religion,

(باقی صفحہ [illegible] پر دیکھئے)

تاریخِ پاکستان کا ایک سنہری باب

ابتدائی مشکلات پر قابو پانے اور مملکت کو کامیابی سے چلانے کا شاندار کارنامہ

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج پاکستان ایک آزاد اسلامی جمہوریہ کی حیثیت سے تعمیر و ترقی کے ایک نئے دور میں داخل ہو رہا ہے اور ہم نئے دستور کے نفاذ پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے "یوم جمہوریہ" منا رہے ہیں۔ ہمارے دل بجا طور پر خوشی سے لبریز ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل پاکستان کو یہ دن دکھایا ہے کہ وہ اپنی مرضی اور اپنی خواہش کے مطابق مملکت کی بنیادیں استوار کرنے کے بعد خدمت پاکستان کے عہد کو ایک نئے جوش اور نئے عزم کے ساتھ دہرائیں۔

آئیے اگلی منزل کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے ذرا ماضی پر نگاہ ڈال کر دیکھیں کہ آج سے نو سال قبل جب پاکستان معرض وجود میں آیا تھا اور ہر چہار طرف سے مشکلات سر اٹھا رہی تھیں۔ تو خدا تعالیٰ نے اہل پاکستان کی کس طرح دستگیری فرمائی تھی۔ اگر ہم نے اپنے آپ کو الٰہی نصرت کا اہل ثابت کیا تو یقیناً وہی خدا آئندہ بھی ہماری مدد کرے گا۔ اور اسی کی دی ہوئی توفیق سے ہم پاکستان کو ایک مثالی مملکت بنانے میں کامیاب ہوں گے۔ ابتدائی مشکلات اور ان پر قابو پانے کا حال پاکستان کی تاریخ کا ایک سنہری باب ہے۔ اس کا تذکرہ مشہور انگریز مصنف مسٹر رچرڈ سائمنڈز کی زبانی سنئے۔ انہوں نے اپنی کتاب "The Making of Pakistan" میں جو انہوں نے ۱۹۴۹ء میں شائع کی تھی ایک نوزائیدہ مملکت کو نہایت کامیابی سے چلانے کے شاندار کارنامہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے وہ لکھتے ہیں کہ:۔

عظیم قائد کا عظیم کارنامہ

"پاکستان کے پہلے سال میں مملکت کو چلانے کا بار مسٹر جناح نے خود اپنے کندھوں پر اٹھایا۔ وہ محض ایک گورنر جنرل ہی نہ تھے بلکہ وہ قائد اعظم تھے۔ یعنی وہ عظیم لیڈر کہ جن کی کوششوں سے ایک نئی مملکت معرض وجود میں آئی تھی۔ کوئی دوسرا شخص صوبوں کو تنبیہ کرنے اور انہیں صحیح راہ پر چلانے کا ان سے زیادہ اہل نہیں ہو سکتا تھا۔ لاہور میں مہاجرین کے فوری مسئلہ کی نگرانی کرنے کے بعد انہوں نے صوبوں کا دورہ کیا۔ وہ جہاں بھی گئے انہوں نے باوقار طریق پر صاف صاف اور کھری باتیں کیں۔ انہوں نے اگست ۱۹۴۷ء میں دستور ساز اسمبلی کے ارکان کو قبل اس کے کہ وہ اپنے اپنے صوبوں کو واپس جاتے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ایک حکومت کا پہلا فرض امن و امان کو برقرار رکھنا ہے اور اس کا دوسرا کام یہ ہے کہ وہ بدعنوانیوں کا خاتمہ کرے۔ اسی طرح اقلیتوں کے ساتھ اچھا سلوک روا رکھنا از حد ضروری ہے۔ تمہارا مذہب تمہاری ذات تمہارا عقیدہ کچھ بھی ہو کاروبار مملکت کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ انہوں نے خبردار کیا کہ صوبائی عصبیت پاکستان کے حق میں سب سے بڑی لعنت ہو گی۔ جب تک تم اس زہر کو نہیں نکالو گے تم اپنے آپ کو بنانے اور ایک حقیقی قوم کے سانچے میں ڈھالنے کے کبھی قابل نہ ہو سکو گے۔

ایک ایسے وقت میں جبکہ جذبات پوری طرح بھڑکے ہوئے تھے قائد اعظم کا اثر ہی انہیں اعتدال پر لانے اور ان میں توازن پیدا کرنے کا واحد ذریعہ تھا۔ اکتوبر کے اواخر میں انہوں نے لاہور میں ایک پبلک جلسہ سے خطاب کیا..... انہوں نے طلبہ کو نصیحت کی کہ وہ اپنی تعلیم میں ہمہ تن مصروف ہو جائیں۔ نیز ہندوستان کے مسلمانوں پر زور دیا کہ وہ اپنی حکومت کے ساتھ پوری وفاداری کا دم بھریں۔ قائد اعظم نے اس چیلنج کو تو خاص طور پر ہر جگہ تواتر کے ساتھ دہرایا۔ کہ "جیل میں جانا یا آزادی کی خاطر لڑنا آسان ہے لیکن حکومت کو چلا کر دکھانا بہت مشکل ہے"۔

اس وقت قائد اعظم کی عمر ستر سے اوپر تھی اس پر مزید یہ کہ صحت کی حالت تسلی بخش نہ تھی۔ وہ گورنر جنرل ہونے کے علاوہ دستور ساز اسمبلی کے صدر بھی تھے اور مسلم لیگ کے کرتا دھرتا بھی۔ حکومت اور مسلم لیگ کے تمام اہم فیصلے انہیں خود ہی کرنے پڑتے تھے۔

انہوں نے بے انتہا کام کیا حتیٰ کہ کام کرتے کرتے ہی داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ پاکستان کی بقاء کے لئے انہوں نے وہ کچھ کر دکھایا جو کسی دوسرے سے بن پڑنا ممکن نہ تھا۔

قائد اعظم کے بعد مملکت کو چلانے کی ذمہ داری کابینہ پر تھی اور بالخصوص اس کا بار وزیر اعظم وزیر خارجہ اور وزیر خزانہ کے کندھوں پر تھا۔ وزیر اعظم لیاقت علی خاں ۱۸۹۵ء میں مشرقی پنجاب میں پیدا ہوئے تھے۔ تعلیم علی گڑھ میں اور آکسفورڈ میں پائی۔ کئی سال تک صوبجات متحدہ اور غیر منقسم ہندوستان کی مجالس قانون ساز کے رکن رہے۔ اس تجربہ کی بناء پر وہ ایک قابل پارلیمنٹیرین ہیں۔ علاوہ ازیں وہ ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۷ء تک مسلم لیگ کے سیکرٹری رہ چکے ہیں اس لئے پارٹی پر ان کی گرفت بہت مضبوط ہے "Poor Man's Budget" جو انہوں نے وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں فنانس ممبر کی حیثیت سے ۱۹۴۷ء میں پیش کیا تھا۔ ان کی سیاسی بصیرت اور ان کی انتظامی قابلیت کا آئینہ دار ہے۔ وہ اگرچہ ایک نواب کے صاحبزادے ہیں تاہم انہوں نے "اسلامک سوشلزم" کو پاکستان کا منتہائے مقصود قرار دیا ہے۔ وزیر اعظم کی حیثیت سے ان کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک ٹھنڈے دماغ کے آدمی ہیں۔ اپنی میانہ روی کی بدولت وہ سیاسی بحران اور عوامی مظاہروں پر قابو پانے میں کامیاب رہے۔ ان کی جگہ اگر کوئی نسبتاً کمزور اور زیادہ جذباتی قسم کا شخص ہوتا تو وہ ہندوستان کے ساتھ جنگ میں الجھنے سے شاید نہ بچ سکتا۔

کامیاب خارجہ پالیسی

وزارت خارجہ کے لئے چوہدری محمد ظفر اللہ خاں کا انتخاب موزوں ترین انتخاب تھا۔ وہ ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوئے۔ "لنکنز ان" لندن سے بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔ حکومت ہند میں ممتاز ترین عہدوں پر فائز رہے وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں باری باری تجارت قانون، اور ریلوے کے ممبر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۷ء تک فیڈرل کورٹ آف انڈیا میں جج کے طور پر کام کیا۔ ہندوستان کے نمائندے کی حیثیت سے چین جانے کے علاوہ متعدد بین الاقوامی کانفرنسوں میں ہندوستان کی نمائندگی کی۔ پاکستان کے وزیر خارجہ کی حیثیت سے انہوں نے تنازعہ کشمیر سے متعلق اپنے ملک کے موقف کو پورے وقار، قابلیت اور انتہائی قوت استدلال سے نبھایا ہے۔ اقوام متحدہ میں فلسطین اور شمالی افریقہ کے عربوں کی علمبرداری کا حق جس مؤثر طریق پر انہوں نے ادا کیا اس کی وجہ سے مشرق وسطےٰ کے ساتھ پاکستان کے تعلقات کو مستحکم بنانے میں بہت مدد ملی۔ ظفر اللہ خاں نے بیرونی دنیا کے سامنے نہایت قابل تحسین طریق پر ایک دنیا پاکستان پیش کیا ہے جو اگرچہ ایک نوزائیدہ مملکت ہے پھر بھی خارجہ پالیسی کے لحاظ سے باوقار اور مستحکم اصولوں پر قائم ہے۔

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں چوہدری ظفر اللہ خاں نے اسلامی ممالک کے ساتھ پاکستان کے ساتھ جذبۂ ہمدردی کو نہایت خوبی کے ساتھ پیش کیا۔ امریکی نمائندے سینیٹر وارن آسٹن نے ظفر اللہ خاں کو عظیم ترین سیاست دانوں میں سے ایک قرار دیا اور کہا، خواہ وہ باقاعدہ رسمی اجلاس سے خطاب کر رہے ہوں یا غیر رسمی بات چیت میں حصہ لے رہے ہوں وہ کبھی راست گوئی اور انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے فلسطین کے مسئلے اور افریقہ میں اطالوی نوآبادیات کے مستقبل کے بارے میں انہوں نے عربوں کی حمایت میں نہایت زوردار تقریریں کیں۔ بالخصوص مؤخر الذکر مسئلہ کے ضمن میں انہوں نے لیبیا کو اٹلی کے حوالے کرنے سے متعلق مغربی طاقتوں کی تجویز کو ناکام بنانے میں چھوٹی اقوام کی جس کامیابی سے قیادت کی وہ نہایت نمایاں شان کی حامل تھی۔

اقتصادی استحکام

یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر لیاقت اور ظفر اللہ کو داخلی طور پر ملک کی مضبوط اقتصادی حالت کا سہارا نہ ملتا تو اوّل الذکر کی پُر اعتماد قیادت اور مؤخر الذکر کی کامیاب خارجہ پالیسی رنگ نہ لاتی۔ ۱۹۴۸ء اور ۱۹۴۹ء کے متوازن بجٹ وزیر خزانہ مسٹر غلام محمد کا کارنامہ تھے۔ مسٹر غلام محمد کی پوزیشن کابینہ کے اکثر اراکین سے مختلف تھی۔ وہ آغاز کار ایک سرکاری ملازم تھے اور ترقی کر کے حکومت ہند کے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہ چکے تھے۔ وہ پنجاب کے رہنے والے ہیں ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے علی گڑھ میں تعلیم پائی وہ ان اوّلین مسلمانوں میں سے تھے جنہیں انڈین آڈٹ ڈیپارٹمنٹ میں لیا گیا۔ ترقی کرتے کرتے ریاست حیدر آباد میں وزیر خزانہ کے عہدے پر پہنچے۔ لوہے اور فولاد کی مشہور کمپنی ٹاٹا میں ڈائرکٹر کے فرائض سر انجام دیئے۔ انہیں صرف مالی معاملات میں ہی ید طولیٰ حاصل نہیں ہے بلکہ وہ دوسروں کو قائل کرنے اور انہیں اپنی راہ پر لانے کی عظیم صلاحیت سے بھی پوری طرح بہرہ مند ہیں۔ جہاں تک ہندوستان کے ساتھ گفت و شنید کا تعلق ہے وہ دوسرے وزراء کی نسبت زیادہ کامیاب رہے ہیں"۔

("دی میکنگ آف پاکستان" صفحہ ۹۳ تا صفحہ ۹۵ و صفحہ ۱۶۷)

زکوٰۃ اموال کو بڑھاتی ہے اور تزکیہ نفوس کرتی ہے

پاکستان میں دستور سازی کے مختلف مراحل

ایک طویل جدوجہد جو بالآخر نمایاں اور عظیم کامیابی پر منتج ہوئی

(مسعود احمد)

پاکستان میں دستور سازی کی کہانی کا آغاز ۱۰ اگست ۱۹۴۷ء سے ہوتا ہے کہ جب نئی منتخب شدہ مجلسِ دستور ساز کا پہلا اجلاس منعقد ہوا۔ خان لیاقت علی خان کی تجویز اور الحاج خواجہ ناظم الدین کی تائید کے بعد اجلاس میں صدارت کے فرائض مجلس کے ایک غیر مسلم رکن مسٹر جگندر ناتھ منڈل نے ادا کئے اس اجلاس میں ممبرانِ اسمبلی نے جن میں قائد اعظم محمد علی جناح، مسٹر حسین شہید سہروردی، مولوی فضل الحق اور لارڈ ابراہیم رحیم (؟) ہی شامل تھے رکنیت کا حلف اٹھایا اور رجسٹر پر دستخط کئے۔

قائد اعظم کی یادگار تقریر

۱۱ اگست کو مجلسِ دستور ساز کے پہلے صدر کے طور پر قائد اعظم کا انتخاب عمل میں آیا اور قائد اعظم نے دستور سازی کے سلسلہ میں اپنی وہ معرکۃ الآراء اور یادگار تقریر ارشاد فرمائی جس کا آئین کی تدوین کے ضمن میں مختلف ممبران کی طرف سے بارہا حوالہ دیا گیا۔ اس تقریر میں قائد اعظم نے اراکین دستوریہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اگر ہم پاکستان کی اس عظیم مملکت کو خرم و خوشحال بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں چاہیئے کہ ہم باشندوں کی اور خصوصاً عوام اور غرباء کی فلاح و بہبود پر اپنی تمام کوششیں مرکوز کر دیں۔ اگر تم باہم تعاون سے کام کرو گے، ماضی کو بھول جاؤ گے، اور مخاصمتوں کو ترک کر دو گے تو تم لازماً کامیاب ہو جاؤ گے۔ اگر تم اپنے ماضی کو بدل دو گے اور اس سپرٹ میں متحد ہو کر کام کرو گے کہ تم میں سے ہر ایک خواہ وہ کسی قوم سے تعلق رکھتا ہو خواہ ماضی میں اس کے تعلقات تمہارے ساتھ کیسے ہی رہے ہوں۔ خواہ اس کا رنگ، اس کی ذات اور اس کا عقیدہ کچھ بھی ہو اوّل دوم اور آخر اس مملکت کا شہری ہے جس کے حقوق و فرائض بالکل مساوی ہیں تو تمہار عروج و ترقی کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔

میں اس معاملہ پر انتہائی زور دینا چاہتا ہوں۔ ہمیں اس سپرٹ میں کام شروع کر دینا چاہیئے کچھ مدت میں اکثریت اور اقلیت اور ہندو قوم اور مسلم قوم کی یہ تمام بدگمانیاں غائب ہو جائیں گی ...... تم آزاد ہو۔ اس مملکت پاکستان میں تم اپنے مندروں میں آزادانہ جا سکتے ہو۔ تمہارا مذہب، تمہاری ذات۔ تمہارا عقیدہ کچھ بھی ہو کاروبار مملکت کا اس سے کوئی تعلق نہیں (ہیئر ہیئر) .....

میرے نزدیک اب ہمیں اس نصب العین کو پیش نظر رکھنا چاہیئے پھر تم دیکھو گے کہ کچھ زمانہ گذرنے کے بعد نہ ہندو ہندو رہیں گے نہ مسلمان مسلمان رہیں گے۔ مذہبی معنوں میں نہیں کیونکہ وہ تو ہر فرد کا ذاتی عقیدہ ہے۔ بلکہ سیاسی معنوں میں سب ایک مملکت کے شہری ہوں گے"

۱۲ اگست ۱۹۴۷ء کو مجلس دستور ساز نے شہریوں اور اقلیتوں کے بنیادی حقوق کے بارے میں ایک کمیٹی مقرر کی۔ قائد اعظم کی وفات کے بعد ۱۴ دسمبر ۱۹۴۸ء کو مولوی تمیز الدین خاں مجلس دستور ساز کے صدر منتخب کئے گئے۔

قراردادِ مقاصد

پہلے اجلاس پر انیس ماہ گذرنے کے بعد مجلس نے دستور سازی کے سلسلہ میں پہلا عملی قدم اٹھایا۔ ۷ مارچ ۱۹۴۹ء کو خان لیاقت علی خاں مرحوم نے جو اس وقت وزیر اعظم تھے دستور کے دیباچے کے متعلق ایک قرارداد پیش کی۔ جو "قرار داد مقاصد" کے نام سے مشہور ہے اور جسے تھوڑی بہت ترمیم کے بعد موجودہ دستور میں شامل رکھا گیا ہے اس قرارداد میں اسلام کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں مملکتِ پاکستان کا آئین مرتب کرنے کا عہد کیا گیا تھا اور واضح کیا گیا تھا کہ سیاسی اقتدار عوام کے منتخب شدہ نمائندگان کے توسط سے ہی استعمال کیا جائیگا۔ یہ قرارداد ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو منظور کی گئی۔

اس پر بحث کے دوران وزیر خارجہ چوہدری محمد ظفر اللہ خاں نے ایک معرکۃ الآراء تقریر میں قرآن مجید کی آیات سے استنباط کرتے ہوئے اس امر پر تفصیل سے روشنی ڈالی کہ اسلامی مملکت کی صحیح نوعیت کیا ہے۔ اور یہ کہ اسلام نے رواداری اور کامل مذہبی آزادی کے متعلق کیسی بے مثل تعلیم دی ہے آپ نے اقلیتوں کو یقین دلایا کہ ان کے جملہ حقوق کی ضمانت خود اسلام کی بے مثل تعلیم میں موجود ہے۔ آپ کی اس تقریر کو ملک بھر میں پسند کیا گیا اور اخبارات نے اپنے ادارتی مقالوں میں اس تقریر کو بہت سراہا۔ آپ کی یہ معرکۃ الآراء تقریر دستور سازی کے ضمن میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے وزیر اعظم لیاقت علی خاں نے غیر مسلم ممبران اسمبلی کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے اس کی پرزور تردید کی کہ غیر مسلموں کا درجہ مسلمانوں سے کم ہوگا انہوں نے کہا کہ ایک غیر مسلم اسلامی مملکت میں ایڈمنسٹریشن کا سربراہ ہو سکتا ہے۔

بنیادی اصولوں کی کمیٹی

اس سلسلہ میں دوسرا قدم بنیادی اصولوں کی کمیٹی کا تقرر تھا جو ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو عمل میں آیا۔ یہ کمیٹی ۲۴ افراد پر مشتمل تھی۔ ڈیڑھ سال کے غور و فکر کے بعد کمیٹی نے ۲۸ ستمبر ۱۹۵۰ء کو اپنی پہلی عبوری رپورٹ پیش کی۔ اس خیال کے پیش نظر کہ عوام کو بھی بنیادی اصولوں کے متعلق تجاویز پیش کرنے کا موقع دیا جائے ۲۱ نومبر ۱۹۵۰ء کو اس عبوری رپورٹ پر غور ملتوی کر دیا گیا۔ اور فیصلہ کیا گیا کہ دلچسپی رکھنے والے لوگ ۳۱ جنوری ۱۹۵۱ء تک تجاویز پیش کر سکتے ہیں۔

اس عبوری رپورٹ میں پاکستان کے آئین کا جو خاکہ پیش کیا گیا تھا اس کے مطابق تجویز یہ تھی کہ پاکستان میں ایک فیڈرل طرز کی حکومت قائم کی جائے گی۔ قانون سازی کے لئے مرکز میں دو ایوان ہوں گے ایوان بالا میں تمام صوبوں کو (جن کی تعداد اس وقت چھ تھی) مساوی نمائندگی حاصل ہوگی۔ ایوان زیریں آبادی کی بنیاد پر منتخب کیا جائے گا اور بجٹ دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس منظور کرے گا۔ اس میں مملکت کا نام "پاکستان" تجویز کیا گیا تھا۔

مشرقی بنگال میں یہ خدشہ ظاہر کیا گیا کہ دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس میں مشرقی بنگال کی آواز بے اثر ہو کر رہ جائے گی۔ کیونکہ ایوان بالا میں تمام صوبوں کو مساوی نمائندگی دی گئی ہے۔ چنانچہ وہاں اس کی شدید مخالفت کی گئی اور بعض عناصر نے جو مسلم لیگ کے مخالف تھے اس کو لیگ کی مخالفت کا آلہ کار بنا لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ رپورٹ ایک دفعہ پیش ہونے کے بعد مجلسِ دستور ساز میں زیر بحث نہ آ سکی۔

اس اثناء میں بنیادی اصولوں کی کمیٹی کے اجلاس جاری رہے اور دو سال کے غور و خوض کے بعد کمیٹی نے ایک مکمل رپورٹ تیار کر لی اس کو آخری شکل دی — ۲۲ دسمبر ۵۲ء کو الحاج خواجہ ناظم الدین نے جو اس وقت وزیر اعظم تھے اس رپورٹ کو مجلس دستور ساز میں پیش کیا اس وقت سے یہ "ناظم الدین رپورٹ" کے نام سے ہی مشہور ہے۔ یہ رپورٹ بھی ایک دفعہ پیش ہونے کے بعد زیر بحث نہ آ سکی۔

مساوی نمائندگی کا مسئلہ

"ناظم الدین رپورٹ" میں مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے درمیان مساوی نمائندگی کے اصول کو تسلیم کیا گیا تھا۔ تجویز یہ تھی کہ ایوان بالا ۱۲۰ ممبران پر مشتمل ہو۔ ۶۰ ممبر مشرقی پاکستان سے منتخب کئے جائیں اور ۶۰ مغربی پاکستان سے۔ اسی طرح ایوان زیریں کے چار سو ممبروں اور ان کا انتخاب بھی ملک کے دونوں حصوں کے درمیان مساوی نمائندگی کے اصول پر عمل میں آئے۔

جہاں عبوری رپورٹ مشرقی بنگال کے لئے ناقابل قبول تھی وہاں ناظم الدین رپورٹ مغربی پاکستان کو راس نہ آئی۔ کیونکہ رپورٹ میں مغربی پاکستان کو نو یونٹوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ (۱) پنجاب (۲) سندھ (۳) سرحد (۴) قبائلی علاقے (۵) بہاولپور (۶) بلوچستان (۷) بلوچستان کی ریاستی یونین (۸) ریاست خیرپور (۹) فیڈریشن کا دار الحکومت۔ مغربی پاکستان میں سے بالخصوص پنجاب میں جس خدشہ کا اظہار کیا گیا وہ یہ تھا کہ مشرقی بنگال کے نمائندے مغربی پاکستان کے چھوٹے یونٹوں کے دو یا تین نمائندوں کو اپنے ساتھ ملا کر ہمیشہ اکثریت میں رہیں گے اور مساوی نمائندگی کا اصول بیکار ہو کر رہ جائے گا۔

رپورٹ میں مملکت کا نام "پاکستان" تجویز کیا گیا تھا۔ نیز اسلامی دفعات کے تحت یہ ضمانت دی گئی تھی کہ کوئی ایسا قانون منظور نہیں ہونا چاہیئے جو قرآن اور سنت کے منافی ہو۔ نیز اس امر کا بھی اہتمام کیا گیا تھا کہ صدر مملکت کسی قانون کے خلافِ قرآن و سنت ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں علماء کے ایک بورڈ سے مشورہ کر سکے۔ مزید برآں مملکت کے سربراہ کے لئے لازمی قرار دیا گیا تھا کہ وہ مسلمان ہو۔

یہ رپورٹ ایک دفعہ پیش ہونے کے بعد مجلس دستور ساز میں زیر بحث نہ آ سکی حتیٰ کہ اپریل ۱۹۵۳ء میں خواجہ ناظم الدین کا عہد وزارت اپنے اختتام کو پہنچ گیا۔

محمد علی فارمولا

خواجہ ناظم الدین کے بعد مسٹر محمد علی بوگرا نے وزارت عظمیٰ سنبھالی۔ انہوں نے مساوی نمائندگی کا ایک نیا فارمولا پیش کیا جو بنیادی طور پر خواجہ ناظم الدین کے فارمولے پر ہی ...

یوم اسلامی جمہوریہ — اور — اس کے تقاضے

اسلامی حکومت اور مسلم شہریوں کے حقوق و فرائض

خورشید احمد

ہماری کامیابی محض ہماری کامیابی نہیں بلکہ اسلام کی کامیابی تصور کی جائے گی۔ اور اگر خدانخواستہ ہم ناکام ہوگئے۔ تو ہماری ناکامی کو نعوذ باللہ دنیا اسلام کی ناکامی سمجھے گی۔ پس آج یوم جمہوریہ کے مبارک دن پاکستان کی حکومت اور عوام دونوں کو عزم صمیم کے ساتھ یہ عہد کر لینا چاہیئے کہ ہم اپنے ہر قول و فعل میں اسلامی قدروں اور تقاضوں کو ملحوظ رکھیں گے۔ تا ہماری کامیابی کے ساتھ نہ صرف ہم ترقی اور خوشحالی کی پرمسرت زندگی حاصل کریں۔ بلکہ اسلام بھی دنیا میں سربلند ہو۔

آج پاکستان کے طول و عرض میں "یوم جمہوریہ" منایا جا رہا ہے۔ بجا طور پر یہ ایک مبارک دن ہے۔ اور ہر پاکستانی کا حق ہے۔ کہ اس دن وہ خوشی اور مسرت کا اظہار کرے۔ کیونکہ اس دن ملک کی ترقی اور خوشحالی کے ایک نئے دور کا آغاز ہو رہا ہے۔ اور ایک ایسا دستور نافذ العمل ہو رہا ہے۔ جو ملک کی خواہشات اور امنگوں کا آئینہ دار ہے۔

لیکن خوشی اور مسرت کا جشن منانے کے ساتھ ساتھ یہ دن ہمارے لئے بعض نئی اور اہم ذمہ داریاں بھی لایا ہے۔ اور حق یہ ہے۔ کہ ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے سے ہی ہم آنے والی جمہوری حکومت کی برکات سے صحیح معنوں میں مستفید ہو سکتے ہیں۔ جمہوریت بذات خود ایک مفید نظام ہے۔ بشرطیکہ ہم افراط و تفریط کی راہوں سے بچتے ہوئے اس کی حقیقی قدروں کو پہچانیں۔ اور ان پر عمل کریں۔

لیکن نظام جمہوریت کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ ایک اور اہم ذمہ داری بھی آج کے دن ہم نے خود اپنے اوپر عائد کی ہے۔ اور وہ ہمارا یہ فیصلہ ہے۔ کہ ہم نظام جمہوریت کو اسلامی اصولوں کی روشنی میں اپنائیں گے۔ اور اس طرح دنیا کے سامنے ایک ایسا عملی نمونہ پیش کریں گے۔ جو ثابت کر دے گا کہ ایسا نظام حکومت جو دور حاضرہ کی تمام الجھنوں کو بخوبی حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ صرف اسلام ہی پیش کر سکتا ہے۔ ہمارے اس فیصلہ نے یوم جمہوریہ کی تقریب سعید پر ہماری ذمہ داریوں کو از حد اہم اور نازک بنا دیا ہے۔

ہماری کامیابی محض ہماری کامیابی نہیں بلکہ اسلام کی کامیابی تصور کی جائیگی۔ اور اگر خدانخواستہ ہم ناکام ہوگئے تو ہماری ناکامی کو نعوذ باللہ دنیا اسلام کی ناکامی سمجھے گی۔ پس آج یوم جمہوریہ کے مبارک دن پاکستان کی حکومت اور عوام دونوں کو عزم صمیم کے ساتھ یہ عہد کر لینا چاہیئے۔ کہ ہم اپنے ہر قول و فعل میں اسلامی قدروں اور تقاضوں کو ملحوظ رکھیں گے۔ تا ہماری کامیابی کے ساتھ نہ صرف ہم ترقی اور خوشحالی کی پُرمسرت زندگی حاصل کریں۔ بلکہ اسلام بھی دنیا میں سربلند ہو۔

ذیل میں اسلامی حکومت اور مسلم شہری کے حقوق و فرائض مختصراً عرض کئے جاتے ہیں۔ "تا ہم میں سے ہر ایک انہیں ملحوظ رکھے یہ حقوق و فرائض حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور احادیث نبویہؐ سے اخذ کر کے آج سے ۳۲ برس قبل اپنی پُرمعارف اور لطیف تصنیف احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں تفصیل کے ساتھ پیش فرمائے تھے جگہ کی قلت کی وجہ سے صرف ان کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:۔

اسلامی حکومت کے فرائض

(۱) اسلام کی رو سے حکومت رعایا کی جملہ ضروریات کو پورا کرنے اور اس کی حفاظت کرنے کی ذمہ دار ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں

کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ الامام راع ومسئول عن رعیتہ۔ والرجل راع فی اھلہ ومسئول عن رعیتہ والمرأۃ راعیۃ والرجل راع فی اھلہ ومسئول عن رعیتہ والمرأۃ راعیۃ فی بیت زوجھا و مسئولۃ عن رعیتھا والخادم راع فی مال سیدہ ومسئول عن رعیتہ فکلکم راع ومسئول عن رعیتہ متفق علیہ

یعنی تم میں سے ہر ایک گڈریہ کی طرح ہے۔ اور ان لوگوں یا ان چیزوں کے متعلق پوری طرح ذمہ دار ہے۔ جو تمہارے سپرد کئے گئے۔ بادشاہ کے سپرد ایک جماعت کی گئی ہے۔ ہر مرد کے سپرد ایک خاندان کیا گیا۔ عورت کے سپرد اولاد کی تربیت اور حفاظت کی گئی ہے۔ اس طرح نوکر کے سپرد اس کے آقا کی جائیداد اور مال ہے۔ جس شخص کے سپرد جو کچھ کیا گیا ہے۔ وہ اس کی حفاظت اور نگہداشت کا پوری طرح ذمہ دار ہے۔

اس حدیث نبویؐ میں نہایت جامع الفاظ میں اسلامی حکومت کے فرائض پر اصولی روشنی ڈال دی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ اسلام حکومت کا یہ فرض قرار دیتا ہے۔ کہ وہ رعایا کی ہر قسم کی ضرورتوں کا خیال رکھے۔ اسے تفرقہ فساد۔ ظلم و ستم اور بیرونی حملوں سے بچائے۔ اس کی روحانی۔ مادی جسمانی اور مالی ضروریات کو پورا کرے۔ ان ضروریات میں خوراک۔ رہائش۔ لباس تعلیم و تربیت وغیرہ جملہ امور آجاتے ہیں۔ جن کا انتظام حکومت کا فرض قرار دیا گیا ہے۔ اس فرض کی ادائیگی کے لئے اسلام نے بعض تفصیلی احکام بھی دیئے ہیں۔ مثلاً

(۱) ایک اہم فرض حکومت کا اسلام نے عدل و انصاف قائم کرنا بتایا ہے۔ اسلام نے خاص طور پر حکم دیا ہے۔ کہ حکومت وقت قضا کا نہایت مضبوط نظام قائم کرے۔ قاضی کسی کی رعایت نہ کریں۔ رشوت نہ لیں۔ سفارش سے متاثر نہ ہوں۔ شہادت اور ثبوت مدعی سے طلب کریں۔ اور مدعا علیہ سے حلفیہ بیان لیں۔ شہادت دینے والوں کی حیثیت اور کیریکٹر کو ملحوظ رکھیں۔ ساتھ ہی اسلام نے حکم دیا ہے۔ ہر مسلم شہری قضا کے فیصلہ کا احترام کرے۔ تاکہ ملک کا نظام قائم رہے۔ پھر قضا کے فیصلوں کا اجرا حکومت کا فرض قرار دیا۔ اور یہ حکم دیا ہے۔ کہ ان فیصلوں کے اجراء کے معاملہ میں کسی رحم اور لحاظ سے کام نہ لیا جائے۔ حتیٰ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ اگر میری بیٹی بھی چوری کرے۔ تو میں اسے بھی سزا دینے سے دریغ نہ کروں گا۔

(۲) حکومت کا ایک فرض اسلام نے یہ قرار دیا۔ کہ وہ ملک کی آزادی اور عزت کی حفاظت کرے۔ اور اس کے لئے سرحدوں پر مضبوط چوکیاں قائم کرے۔

(۳) ایک فرض اسلامی حکومت کا یہ قرار دیا گیا ہے کہ وہ ملک کے باشندوں کی تعلیم کا انتظام کرے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم (ابن ماجہ) یعنی ہر مسلمان پر علم کا حاصل کرنا فرض ہے۔ اسلام نے علم کی کوئی حدبندی نہیں کی۔ خود قرآن کریم میں علم ہیئت۔ علم نباتات۔ علم تاریخ۔ علم الاخلاق۔ علم طب۔ علم حیوانات کا ذکر موجود ہے۔

(۴) اندرونی امن کا قائم رکھنا بھی اسلام نے حکومت کا فرض قرار دیا ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسلامی حکومت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ ایک عورت سینکڑوں میل اکیلی سفر کرتی چلی جائے۔ اور اس کو کسی قسم کا کوئی خطرہ محسوس نہ ہو۔

(۵) انسانی ضروریات کا مہیا کرنا اور ان کے لئے روزگار کا انتظام کرنا بھی اسلامی حکومت کا ایک اہم فرض ہے۔ یہی وجہ ہے، کہ ایک دفعہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا۔ کہ ایک عورت اور اس کے بچوں کو تین دن سے فاقہ ہے۔ تو آپ نے آٹا۔ گھی۔ گوشت اور کھجوروں پر مشتمل سامان خود اپنے کندھے پر لاد کر اس کے ہاں پہنچایا۔ اور جب ایک خادم نے کہا۔ کہ میری پیٹھ پر سامان لاد دیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ کیا قیامت کے دن بھی میرا بوجھ تم اٹھا لوگے؟ یعنی ان کے لئے خوراک اور روزی کا خیال رکھنا میرا فرض تھا۔ اور اس میں مجھ سے کوتاہی ہوئی ہے۔ اس لئے اس کا کفارہ یہی ہے۔ کہ میں خود یہ سامان اٹھا کر اس کے گھر پہنچاؤں۔

(۶) اسلام حکومت سے امید کرتا ہے۔ کہ وہ گداگری کو روکے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ایک گداگر کو دیکھا، جس کی جھولی آٹے سے بھری ہوئی تھی، آپ نے اس سے وہ آٹا لے کر اونٹوں کے آگے ڈال دیا۔ اور فرمایا کہ اب مانگ! گویا آپ نے اسے مجبور کیا۔ کہ وہ مانگنے کی بجائے کام کر کے روزی پیدا کرے۔

(۸) اسلام حکومت کا یہ فرض بھی قرار دیتا ہے۔ کہ وہ راستوں اور پبلک مقامات کی صفائی کا انتظام کرے۔ اسی طرح راستوں کی درستی کا اہتمام کرے۔ چنانچہ ابتدائی زمانہ میں یہ حکم تھا۔ کہ عام راستے کم از کم بیس فٹ چوڑے بنائے جائیں۔

یوم اسلامی جمہوریہ — اور — اس کے تقاضے

اسلامی حکومت اور مسلم شہریوں کے حقوق و فرائض

خورشید احمد

ہماری کامیابی محض ہماری کامیابی نہیں بلکہ اسلام کی کامیابی تصور کی جائے گی۔ اور اگر خدانخواستہ ہم ناکام ہوگئے۔ تو ہماری ناکامی کو نعوذ باللہ دنیا اسلام کی ناکامی سمجھے گی۔ پس آج یوم جمہوریہ کے مبارک دن پاکستان کی حکومت اور عوام دونوں کو عزم صمیم کے ساتھ یہ عہد کرلینا چاہیئے کہ ہم اپنے ہر قول و فعل میں اسلامی قدروں اور تقاضوں کو ملحوظ رکھیں گے۔ تا ہماری کامیابی کے ساتھ نہ صرف ہم ترقی اور خوشحالی کی پرمسرت زندگی حاصل کریں۔ بلکہ اسلام بھی دنیا میں سربلند ہو۔

آج پاکستان کے طول و عرض میں "یوم جمہوریہ" منایا جارہا ہے۔ بجا طور پر یہ ایک مبارک دن ہے۔ اور ہر پاکستانی کا حق ہے۔ کہ اس دن وہ خوشی اور مسرت کا اظہار کرے۔ کیونکہ اس دن ملک کی ترقی اور خوشحالی کے ایک نئے دور کا آغاز ہورہا ہے۔ اور ایک ایسا دستور نافذ العمل ہورہا ہے۔ جو ملک کی خواہشات اور امنگوں کا آئینہ دار ہے۔

لیکن خوشی اور مسرت کا جشن منانے کے ساتھ ساتھ یہ دن ہمارے لئے بعض نئی اور اہم ذمہ داریاں بھی لایا ہے۔ اور حق یہ ہے۔ کہ ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے سے ہی ہم آنے والی جمہوری حکومت کی برکات سے صحیح معنوں میں مستفید ہوسکتے ہیں۔ جمہوریت بذات خود ایک مفید نظام ہے۔ بشرطیکہ ہم افراط و تفریط کی راہوں سے بچتے ہوئے اس کی حقیقی قدروں کو پہچانیں۔ اور ان پر عمل کریں۔

لیکن نظام جمہوریت کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ ایک اور اہم ذمہ داری بھی آج کے دن ہم نے خود اپنے اوپر عائد کی ہے۔ اور وہ ہمارا یہ فیصلہ ہے۔ کہ ہم نظام جمہوریت کو اسلامی اصولوں کی روشنی میں اپنائیں گے۔ اور اسی طرح دنیا کے سامنے ایک ایسا عملی نمونہ پیش کریں گے۔ جو ثابت کردے گا کہ ایسا نظام حکومت جو دورِ حاضرہ کی تمام الجھنوں کو بخوبی حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ صرف اسلام ہی پیش کرسکتا ہے۔ ہمارے اس فیصلے نے یوم جمہوریہ کی تقریب سعید پر ہماری ذمہ داریوں کو از حد اہم اور نازک بنادیا ہے۔

ہماری کامیابی محض ہماری کامیابی نہیں بلکہ اسلام کی کامیابی تصور کی جائیگی۔ اور اگر خدانخواستہ ہم ناکام ہوگئے تو ہماری ناکامی کو نعوذ باللہ دنیا اسلام کی ناکامی سمجھے گی۔ پس آج یوم جمہوریہ کے مبارک دن پاکستان کی حکومت اور عوام دونوں کو عزم صمیم کے ساتھ یہ عہد کرلینا چاہیئے۔ کہ ہم اپنے ہر قول و فعل میں اسلامی قدروں اور تقاضوں کو ملحوظ رکھیں گے۔ تا ہماری کامیابی کے ساتھ نہ صرف ہم ترقی اور خوشحالی کی پُرمسرت زندگی حاصل کریں۔ بلکہ اسلام بھی دنیا میں سربلند ہو۔

ذیل میں اسلامی حکومت اور مسلم شہری کے حقوق و فرائض مختصراً عرض کئے جاتے ہیں۔ تا ہم میں سے ہر ایک انہیں ملحوظ رکھے یہ حقوق و فرائض حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور احادیث نبویہ سے اخذ کرکے آج سے ۳۲ برس قبل اپنی پُرمعارف اور لطیف تصنیف احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں تفصیل کے ساتھ پیش فرمائے تھے جگہ کی قلت کی وجہ سے صرف ان کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:۔

اسلامی حکومت کے فرائض

(۱) اسلام کی رو سے حکومت رعایا کی جملہ ضروریات کو پورا کرنے اور اس کی حفاظت کرنے کی ذمہ دار ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ الامام راع ومسئول عن رعیتہ۔ والرجل راع فی اھلہ ومسئول عن رعیتہ والمرأۃ راعیۃ والرجل راع فی اھلہ ومسئول عن رعیتہ والمرأۃ راعیۃ فی بیت زوجھا و مسئولۃ عن رعیتھا والخادم راع فی مال سیدہ ومسئول عن رعیتہ فکلکم راع ومسئول عن رعیتہ متفق علیہ

یعنی تم میں سے ہر ایک گڈریہ کی طرح ہے۔ اور ان لوگوں یا ان چیزوں کے متعلق پوری طرح ذمہ دار ہے۔ جو تمہارے سپرد کئے گئے۔ بادشاہ کے سپرد ایک جماعت کی گئی ہے۔ مرد کے سپرد ایک خاندان کیا گیا۔ عورت کے سپرد اولاد کی تربیت اور حفاظت کی گئی ہے۔ اس طرح نوکر کے سپرد اس کے آقا کی جائیداد اور مال ہے۔ جس شخص کے سپرد جو کچھ کیا گیا ہے۔ وہ اس کی حفاظت اور نگہداشت کا پوری طرح ذمہ دار ہے۔

اس حدیث نبویؐ میں نہایت جامع الفاظ میں اسلامی حکومت کے فرائض پر اصولی روشنی ڈال دی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ اسلام حکومت کا یہ فرض قرار دیتا ہے۔ کہ وہ رعایا کی ہر قسم کی ضرورتوں کا خیال رکھے۔ اسے تفرقہ فساد۔ ظلم وستم اور بیرونی حملوں سے بچائے۔ اس کی روحانی۔ مادی جسمانی اور مالی ضروریات کو پورا کرے۔ ان ضروریات میں خوراک۔ رہائش۔ لباس تعلیم و تربیت وغیرہ جملہ امور آجاتے ہیں۔ جن کا انتظام حکومت کا فرض قرار دیا گیا ہے۔ اس فرض کی ادائیگی کے لئے اسلام نے بعض تفصیلی احکام بھی دیئے ہیں۔ مثلاً

(۱) ایک اہم فرض حکومت کا اسلام نے عدل و انصاف قائم کرنا بتایا ہے۔ اسلام نے خاص طور پر حکم دیا ہے۔ کہ حکومتِ وقت قضا کا نہایت مضبوط نظام قائم کرے۔ قاضی کسی کی رعایت نہ کریں۔ رشوت نہ لیں۔ سفارش سے متاثر نہ ہوں۔ شہادت اور ثبوت مدعی سے طلب کریں۔ اور مدعا علیہ سے حلفیہ بیان لیں۔ شہادت دینے والوں کی حیثیت اور کیریکٹر کو ملحوظ رکھیں۔ ساتھ ہی اسلام نے حکم دیا ہے۔ ہر مسلم شہری قضا کے فیصلہ کا احترام کرے۔ تاکہ ملک کا نظام قائم رہے۔ پھر قضا کے فیصلوں کا اجرا حکومت کا فرض قرار دیا۔ اور یہ حکم دیا ہے۔ کہ ان فیصلوں کے اجراء کے معاملہ میں کسی رحم اور لحاظ سے کام نہ لیا جائے۔ حتیٰ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اگر میری بیٹی بھی چوری کرے۔ تو میں اسے بھی سزا دینے سے دریغ نہ کروں گا۔

(۲) حکومت کا ایک فرض اسلام نے یہ قرار دیا۔ کہ وہ ملک کی آزادی اور عزت کی حفاظت کرے۔ اور اس کے لئے سرحدوں پر مضبوط چوکیاں قائم کرے۔

(۳) ایک فرض اسلامی حکومت کا یہ قرار دیا گیا ہے کہ وہ ملک کے باشندوں کی تعلیم کا انتظام کرے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم (ابن ماجہ) یعنی ہر مسلمان پر علم کا حاصل کرنا فرض ہے۔ اسلام نے علم کی کوئی حد بندی نہیں کی۔ خود قرآن کریم میں علم ہیئت۔ علم نباتات۔ علم تاریخ۔ علم الاخلاق۔ علم طب۔ علم حیوانات کا ذکر موجود ہے۔

(۴) اندرونی امن کا قائم رکھنا بھی اسلام نے حکومت کا فرض قرار دیا ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی حکومت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ ایک عورت سینکڑوں میل اکیلی سفر کرتی چلی جائے۔ اور اس کو کسی قسم کا کوئی خطرہ محسوس نہ ہو۔

(۵) انسانی ضروریات کا مہیا کرنا اور ان کے لئے روزگار کا انتظام کرنا بھی اسلامی حکومت کا ایک اہم فرض ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ایک دفعہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا۔ کہ ایک عورت اور اس کے بچوں کو تین دن سے فاقہ ہے۔ تو آپ نے آٹا۔ گھی۔ گوشت اور کھجوروں پر مشتمل سامان خود اپنے کندھے پر لاد کر اس کے ہاں پہنچایا۔ اور جب ایک خادم نے کہا۔ کہ میری پیٹھ پر سامان لاددیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ کیا قیامت کے دن بھی میرا بوجھ تم اٹھالوگے؟ یعنی ان کے لئے خوراک اور روزی کا خیال رکھنا میرا فرض تھا۔ اور اس میں مجھ سے کوتاہی ہوئی ہے۔ اس لئے اس کا کفارہ یہی ہے۔ کہ میں خود یہ سامان اٹھا کر اس کے گھر پہنچاؤں۔

(۶) اسلام حکومت سے امید کرتا ہے۔ کہ وہ گداگری کو روکے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ایک گداگر کو دیکھا۔ جس کی جھولی آٹے سے بھری ہوئی تھی۔ آپ نے اس سے وہ آٹا لے کر اونٹوں کے آگے ڈال دیا۔ اور فرمایا کہ اب مانگ! گویا آپ نے اسے مجبور کیا۔ کہ وہ مانگنے کی بجائے کام کرکے روزی پیدا کرے۔

(۸) اسلام حکومت کا یہ فرض بھی قرار دیتا ہے۔ کہ وہ راستوں اور پبلک مقامات کی صفائی کا انتظام کرے۔ اسی طرح راستوں کی درستی کا اہتمام کرے۔ چنانچہ ابتدائی زمانہ میں یہ حکم تھا۔ کہ عام راستے کم از کم بیس فٹ چوڑے بنائے جائیں۔

(۹) ملک کی غذائی ضروریات کو مہیا کرنا بھی اسلام حکومت کا فرض قرار دیتا ہے۔ خلفائے راشدینؓ کے زمانہ میں خلفاء خود خوراک جمع رکھنے کا انتظام کرتے تھے۔ اور جب غلہ کی کمی ہوتی۔ تو راشننگ سسٹم کی طرح ہر شخص کے نام پرچی جاری کر دی جاتی۔ جس کے ذریعہ وہ سرکاری ڈپو سے غلہ خریدتا۔ اس انتظام سے جہاں سب کے لئے غذا مہیا ہو جاتی۔ وہاں ذخیرہ اندوزی کا امکان بھی ختم ہو جاتا۔

(۱۰) ملک کے باشندوں کی اخلاقی حالت کی نگرانی اور ان کی صحیح تربیت بھی حکومتِ وقت کا فرض قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ یزکیھم کا حکم دے کر اسلام نے عوام کی اخلاقی۔ روحانی اور علمی ترقی کے ذرائع مہیا کرنے کو حکومت کا فرض قرار دیا۔

مسلم شہری کے فرائض

یہ تو تھے حکومت کے اہم فرائض جو اسلام نے مقرر کئے۔ اس کے ساتھ ہی اسلام ہر مسلم شہری کے لئے بھی متعدد فرائض مقرر کرتا ہے۔ کیونکہ جب تک عوام اپنے فرائض کو ادا نہ کریں حکومت کے لئے نا ممکن ہے۔ کہ وہ صحیح اسلامی معاشرہ قائم کر کے اور اپنے فرائض کو ادا کر سکے۔ مسلم شہری کے لئے اسلام نے جو فرائض مقرر کئے ہیں۔ ان میں سے بعض درج ذیل کئے جاتے ہیں:۔

(۱) مسلم شہری کا فرض ہے۔ کہ محنت کر کے اپنے لئے رزق مہیا کرے۔ اور سست نہ بیٹھے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ بہترین رزق وہ ہے۔ جو انسان اپنے ہاتھوں کی کمائی سے مہیا کرے۔

(۲) مسلم شہری کا فرض ہے۔ کہ جو شخص اس کے سامنے آئے۔ اسے السلام علیکم کہے۔ جس کے معنے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تم پر سلامتی ہو۔ گویا ہر شہری باہمی تعلقات کو درست رکھتے ہوئے ایک دوسرے کے لئے سلامتی اور امن قائم رکھے۔

(۳) مسلم شہری کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے قرب و جوار میں رہنے والے بیماروں اور معذوروں کی عیادت کرے۔ اور ان کی مدد کرے۔ اور اگر کوئی شخص فوت ہو جائے۔ تو اس کی تجہیز و تکفین اور تدفین میں مدد کرے۔

(۴) مسلم شہری کا فرض ہے۔ کہ عام گذرگاہوں میں غلاظت نہ پھینکیں۔ اور وقار کے ساتھ گذریں۔ تاکہ کسی دوسرے کو تکلیف نہ ہو۔ اس طرح پبلک جگہوں کو صاف ستھرا رکھنے کی کوشش کریں۔

(۵) مسلم شہری کا فرض ہے۔ کہ کوئی ضرر رساں چیز فروخت نہ کرے۔ جس سے بیماری کے پھیلنے کا خدشہ ہو۔ گویا دوسروں کی صحتوں کا خیال رکھے۔

(۶) مسلم شہری کا فرض ہے۔ کہ وہ دوسروں کی جانوں کو خطرہ میں نہ ڈالے۔ جس شہر میں کوئی وبا ہو۔ وہاں کے لوگ دوسرے شہروں میں نہ جائیں۔ اور نہ دوسرے لوگ اس شہر میں آئیں۔

(۷) مسلم شہری کا فرض ہے۔ ناگہانی آفتوں اور مصیبتوں میں دوسروں کی مدد کرے۔ اور ہر ممکن طریق سے اپنے آپ کو دوسروں کے لئے فائدہ مند وجود بنائے۔

(۸) مسلم شہری کا فرض ہے۔ کہ وہ قومی اور ملکی فرائض کی ادائیگی کے لئے قربانی کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہے۔ اور اپنی ذمہ داری کی ادائیگی میں کبھی کوتاہی نہ کرے۔

(۹) مسلم شہری کا فرض ہے۔ کہ وہ اچھی باتوں کی تعلیم دے۔ اور بری باتوں کو روکنے کی کوشش کرے۔

(۱۰) مسلم شہری کا فرض ہے۔ کہ وہ بہادر بنے۔ مگر ظالم نہ بنے۔ حتیٰ کہ جانوروں سے بھی رحم اور شفقت کا سلوک کرے۔

بقیہ صفحہ ۹

پاکستان کے اسلامی جمہوریہ بننے پر مسلمانوں کی ذمہ داریاں

non muslims could florish freely side by side with their compatriots."

کہ قرآن مجید نے نہایت واضح طور پر یہ اعلان کر دیا ہے کہ مذہب کے بارے میں کسی طرح کا جبر و اکراہ جائز نہیں ہے۔ اس اعلان کے مطابق غیر مسلم اپنے مسلمان ملکی ساتھیوں کے پہلو بہ پہلو آزادانہ طور پر پوری طرح ترقی کر سکتے ہیں۔

(اخبار پاکستان ٹائمز لاہور ۲۸ فروری ۱۹۵۶ء)

پس آج کے دن ہمارا فرض ہے کہ ہم جہاں آزادی اور اسلامی آئین کی خوشی منائیں وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ ہم ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لئے پوری سنجیدگی سے عہد کریں۔ جو پاکستان کے اسلامی جمہوریہ قرار دینے سے ہم پر عائد ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق بخشے کہ ہم اپنے فرض کو ادا کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرخرو ہوں آمین یا رب العالمین۔

بقیہ لیڈر صفحہ ۳ سے آگے

ہیں۔ جلد ہی محسوس کر لیں گے۔ کہ یہ جمہوری اصول اسلامی اصول کی محض ایک بھدی سی نقل ہے۔ اور خود یہ امر کہ انہوں نے اسلامی اور جمہوری حیثیت میں امتیاز کے باوجود اسے قابل قبول سمجھا ہے۔ اس بات کی دلیل ہے۔ کہ انہوں نے کم سے کم یہ تسلیم کر لیا ہے۔ کہ جمہوری اصولوں اور اسلامی اصولوں میں موافقت ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہم پُر امید ہیں۔ کہ وہ آخر یہ عرفان بھی حاصل کر لیں گے۔ کہ اسلام کے اصول مغربی جمہوری اصولوں سے بڑھ کر جمہوری ہیں۔ آج واقعی ہمارے لئے ایک انتہائی خوشی کا دن ہے۔ اور جیسا کہ اسلامی تعلیم کا تقاضا ہے۔ ہمیں آج اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو کر دعائیں کرنی ہیں۔ کہ ہمیں صراط مستقیم پر چلائے۔ اور ہمیں توفیق دے۔ کہ ہم اسلام کا ایسا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کریں۔ کہ جس کو دیکھ کر تمام دنیا اس کی گرویدہ ہو جائے آمین۔

ڈاکٹر خان صاحب وزیر اعلےٰ مغربی پاکستان